جامعہ دارالعلوم کراچی

کا ترجمان
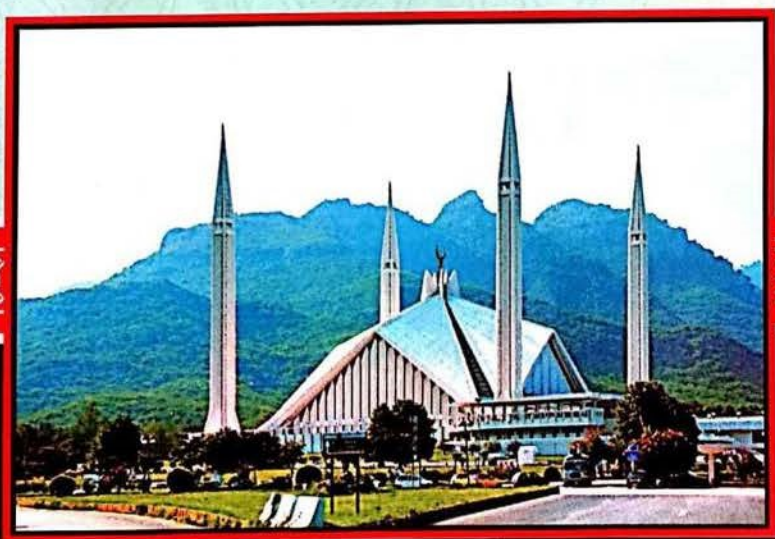
ماہنامہ

البلاغ

ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ / اگست ۲۰۱۸ء

بانی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

هٰذا بَلاغٌ لِلناسِ

جلد ۵۳

شمارہ ۱۱

ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ / اگست ۲۰۱۸ء

ترتیب

فی شمارہ .... ۳۵/- روپے

سالانہ زرِتعاون .... ۴۰۰/- روپے

بذیعہ رجسٹری .... ۵۵۰/- روپے

سالانہ زر تعاون

بیرون ممالک

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور

یورپی ممالک .... ۳۵ ڈالر

سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ عرب

امارات .... ۲۷ ڈالر

ایران، بنگلہ دیش .... ۲۵ ڈالر

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ "البلاغ" جامعہ دارالعلوم کراچی

کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی ۷۵۱۸۰

فون نمبر:- 021-35123222

021-35123434

بینک اکاونٹ نمبر

9928-0100569829

میزان بینک لمیٹڈ

کورنگی دارالعلوم برانچ کراچی
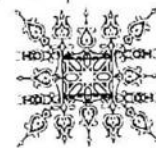
Email Address:

monthlyalbalagh@gmail.com

www.darululoomkarachi.edu.pk

پبلشر:- محمد تقی عثمانی

پرنٹر:- القادر پرنٹنگ پریس کراچی

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، رحمۃ اللہ علیہ

انتخابات میں ووٹ، ووٹر اور امیدواروں کی شرعی حیثیت

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا
اور
درود وسلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

مفتی اعظم پاکستان، بانی جامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کے عمیق تفقہ پر مبنی درجِ ذیل تحریر تقریباً پچاس سال پہلے لکھی گئی تھی، موجودہ ملکی حالات میں ـــــ جبکہ بگاڑ اپنی انتہاء تک پہنچ گیا ہے ـــــ اس کی ضرورت اور اہمیت مزید بڑھ گئی ہے اور موجودہ حالات میں اس بصیرت افروز اور چشم کشا تحریر کی تازگی آج بھی قائم ہے ـــــ اب تک کے سرکاری اعلان کے مطابق اسی سال ۲۵ر جولائی ۲۰۱۸ء کو قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے الیکشن ہونے والے ہیں، یہ الیکشن ایسے حالات میں ہورہے ہیں کہ ہرطرف خلفشار، معاشی بدحالی، بدامنی اور لاقانونیت کا راج ہے۔

خرد برد، انتشار، مفاد پرستی اور دین بیزاری کے اس ماحول میں منعقد ہونے والے الیکشن بڑی اہمیت کے حامل ہیں کہ وقت بڑا نازک ہے اور ملک دوراہے پر کھڑا ہے۔ یہ مضمون اور اس کی ایک ایک سطر الیکشن اور ووٹنگ کے دوران عوام کو ذمہ داری کا احساس دلانے کے لیے اپنے اندر راہنمائی اور تنبیہ کا بڑا سامان رکھتی ہے۔

مولائے کریم ملکی عوام کو درست فیصلے کی توفیق عطا فرمائے کہ یہ ملک بحرانوں سے نکلے اور اس وطن اور باشندگانِ وطن کو حکومت عادلہ نصیب ہو۔.............. (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج کی دنیا میں اسمبلیوں، کونسلوں، میونسپل وارڈوں اور دوسری مجالس اور جماعتوں کے انتخابات میں جمہوریت کے نام پر جو کھیل کھیلا جا رہا ہے، کہ زور و زر اور غنڈہ گردی کے سارے طاغوتی وسائل کا استعمال کر کے یہ چند روزہ موہوم اعزاز حاصل کیا جاتا ہے، اور اس کے عالم سوز نتائج ہر وقت آنکھوں کے سامنے ہیں اور ملک وملت کے ہمدرد وسمجھدار انسان اپنے مقدور بھر اس کی اصلاح کی فکر میں بھی ہیں، لیکن عام طور پر اس کو ایک ہار جیت کا کھیل اور خالص دنیاوی دھندہ سمجھ کر ووٹ لئے، اور دیئے جاتے ہیں، لکھے پڑھے دیندار مسلمانوں کو بھی اس طرف توجہ نہیں ہوتی کہ یہ کھیل صرف ہماری دنیا کی نفع نقصان اور آبادی یا بربادی تک نہیں رہتا، بلکہ اس کے پیچھے کچھ طاعت ومعصیت اور گناہ وثواب بھی ہے، جس کے اثرات اس دنیا کے بعد بھی یا ہمارے گلے کا ہار عذاب جہنم بنیں گے، یا پھر درجات جنت اور نجاتِ آخرت کا سبب بنیں گے، اور اگرچہ آج کل اس اکھاڑہ کے پہلوان اور اس میدان کے مرد، عام طور پر وہی لوگ ہیں، جو فکر آخرت اور خدا و رسول کی طاعت ومعصیت سے مطلقاً آزاد ہیں، اور اس حالت میں ان کے سامنے قرآن وحدیث کے احکام پیش کرنا ایک بے معنی وعبث فعل معلوم ہوتا ہے، لیکن اسلام کا ایک یہ بھی معجزہ ہے کہ مسلمانوں کی پوری جماعت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوتی، ہر زمانہ اور ہر جگہ کچھ لوگ حق پرست بھی قائم رہتے ہیں، جن کو اپنے ہر کام میں حلال وحرام کی فکر اور خدا اور رسول کی رضا جوئی پیش نظر رہتی ہے، نیز قرآن کریم کا یہ بھی ارشاد ہے:

وَ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ

یعنی آپ نصیحت کی بات کہتے رہیں کیونکہ نصیحت مسلمانوں کو نفع دیتی ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوا، کہ انتخابات میں امیدواری اور ووٹ کی شرعی حیثیت اور ان کی اہمیت کو قرآن اور سنت کی رو سے واضح کر دیا جائے، شاید کچھ بندگان خدا کو تنبیہ ہو، اور کسی وقت یہ غلط کھیل صحیح بن جائے۔

اُمیدواری

کسی مجلس کی ممبری کے انتخابات کے لئے جو امیدوار کی حیثیت سے کھڑا ہو، وہ گویا پوری ملت کے سامنے دو چیزوں کا مدعی ہے، ایک یہ کہ وہ اس کام کی قابلیت رکھتا ہے، جس کا امیدوار ہے، دوسرے یہ کہ وہ دیانت وامانت داری سے اس کام کو انجام دے گا، اب اگر واقع میں وہ اپنے اس دعویٰ میں سچا ہے، یعنی قابلیت

بھی رکھتا ہے، اور امانت و دیانت کے ساتھ قوم کی خدمت کے جذبہ سے اس میدان میں آیا، تو اس کا یہ عمل کسی حد تک درست ہے، اور بہتر طریق اس کا یہ ہے کہ کوئی شخص خود مدعی بن کر کھڑا نہ ہو بلکہ مسلمانوں کی کوئی جماعت اس کو اس کام کا اہل سمجھ کر نامزد کر دے، اور جس شخص میں اس کام کی صلاحیت ہی نہیں وہ اگر امیدوار ہو کر کھڑا ہو، تو قوم کا غدار اور خائن ہے، اس کا ممبری میں کامیاب ہونا ملک و ملت کے لئے خرابی کا سبب تو بعد میں بنے گا، پہلے تو وہ خود غدر و خیانت کا مجرم ہو کر عذاب جہنم کا مستحق بن جائے گا، اب ہر وہ شخص جو کسی مجلس کی ممبری کیلئے کھڑا ہوتا ہے، اگر اس کو کچھ آخرت کی بھی فکر ہے، تو اس میدان میں آنے سے پہلے خود اپنا جائزہ لے لے، اور یہ سمجھ لے کہ اس ممبری سے پہلے تو اس کی ذمہ داری صرف اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال ہی تک محدود تھی، کیونکہ بنص حدیث ہر شخص اپنے اہل و عیال کا بھی ذمہ دار ہے، اور اب کسی مجلس کی ممبری کے بعد جتنی خلق خدا کا تعلق اس مجلس سے وابستہ ہے، ان سب کی ذمہ داری کا بوجھ اس کی گردن پر آتا ہے، اور وہ دنیا و آخرت میں اس ذمہ داری کا مسئول اور جواب دہ ہے۔

ووٹ اور ووٹر

کسی امیدوار ممبری کو ووٹ دینے کی از روئے قرآن و حدیث چند حیثیتیں ہیں، ایک حیثیت شہادت کی ہے کہ ووٹر جس شخص کو اپنا ووٹ دے رہا ہے، اس کے متعلق اس کی شہادت دے رہا ہے، کہ یہ شخص اس کام کی قابلیت بھی رکھتا ہے، اور دیانت اور امانت بھی اور اگر واقع میں اس شخص کے اندر یہ صفات نہیں ہیں، اور ووٹر یہ جانتے ہوئے، اس کو ووٹ دیتا ہے، تو وہ ایک جھوٹی شہادت ہے، جو سخت کبیرہ گناہ اور وبال دنیا و آخرت ہے، صحیح بخاری کی حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کاذبہ کو شرک کے ساتھ کبائر میں شمار فرمایا ہے، (مشکوٰۃ) اور ایک دوسری حدیث میں جھوٹی شہادت کو اکبر کبائر فرمایا ہے، (بخاری و مسلم) جس حلقہ میں چند امیدوار کھڑے ہوں، اور ووٹر کو یہ معلوم ہے کہ قابلیت اور دیانت کے اعتبار سے فلاں آدمی قابل ترجیح ہے، تو اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو ووٹ دینا اس اکبر کبائر میں اپنے آپ کو مبتلا کرنا ہے۔

اب ووٹ دینے والا اپنی آخرت اور انجام کو دیکھ کر ووٹ دے، محض رسمی مروت یا کسی طمع و خوف کی وجہ سے اپنے آپ کو اس وبال میں مبتلا نہ کرے، دوسری حیثیت ووٹ کی شفاعت یعنی سفارش کی ہے کہ ووٹر اس کی نمائندگی کی سفارش کرتا ہے، اس سفارش کے بارے میں قرآن کریم کا یہ ارشاد ہر ووٹر کو اپنے سامنے رکھنا

چاہئے۔ وَ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا۔ یعنی جو شخص اچھی سفارش کرتاہے، اس میں اس کو بھی حصہ ملتا ہے، اور بری سفارش کرتا ہے، تو اس کی برائی میں اس کا بھی حصہ لگتا ہے، اچھی سفارش یہی ہے کہ قابل اور دیانتدار آدمی کی سفارش کرے، جو خلق خدا کے حقوق صحیح طور پر ادا کرے، اور بری سفارش یہ ہے کہ نااہل، نالائق، فاسق ظالم کی سفارش کر کے اس کو خلق خدا پر مسلط کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے ووٹوں سے کامیاب ہونے والا امیدوار اپنے پنج سالہ دور میں جو نیک یا بد عمل کریگا، ہم بھی اس کے شریک سمجھے جائیں گے۔

ووٹ کی ایک تیسری شرعی حیثیت وکالت کی ہے کہ ووٹ دینے والا اس امیدوار کو اپنا نمائندہ اور وکیل بناتا ہے، لیکن اگر یہ وکالت اس کے کسی شخصی حق کے متعلق ہوتی، اور اس کا نفع نقصان صرف اس کی ذات کو پہنچتا تو اس کا یہ خود ذمہ دار ہوتا، مگر یہاں ایسا نہیں کیونکہ یہ وکالت ایسے حقوق کے متعلق ہے، جن میں اس کے ساتھ پوری قوم شریک ہے، اس لئے اگر کسی نااہل کو اپنی نمائندگی کے لئے ووٹ دے کر کامیاب بنایا تو پوری قوم کے حقوق کو پامال کرنے کا گناہ بھی اس کی گردن پر رہا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا ووٹ تین حیثیتیں رکھتا ہے، ایک شہادت دوسرے سفارش تیسرے حقوق مشترکہ میں وکالت، تینوں حیثیتوں میں جس طرح نیک، صالح، قابل آدمی کو ووٹ دینا موجب ثواب عظیم ہے، اور اس کے ثمرات اس کو ملنے والے ہیں، اس طرح نااہل یا غیر متدین شخص کو ووٹ دینا جھوٹی شہادت بھی ہے، اور بری سفارش بھی اور ناجائز وکالت بھی اور اس کے تباہ کن ثمرات بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھے جائیں گے۔

ضروری تنبیہ

مذکورالصدر بیان میں جس طرح قرآن وسنت کی رو سے یہ واضح ہوا کہ نااہل، ظالم، فاسق اور غلط آدمی کو ووٹ دینا گناہ عظیم ہے اسی طرح ایک اچھے نیک اور قابل آدمی کو ووٹ دینا ثواب عظیم ہے بلکہ ایک فریضہ شرعی ہے، قرآن کریم نے جیسے جھوٹی شہادت کو حرام قرار دیا ہے، اسی طرح سچی شہادت کو واجب ولازم بھی فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے: كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ اور دوسری جگہ ارشاد ہے: كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ، ان دونوں آیتوں میں مسلمانوں پر فرض کیا ہے کہ سچی شہادت سے جان نہ چرائیں، اللہ کیلئے ادائیگی شہادت کے واسطے کھڑے ہو جائیں۔ تیسری جگہ سورۃ طلاق میں ارشاد ہے: وَ اَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ.

یعنی اللہ کے لئے سچی شہادت کو قائم کرو، ایک آیت میں یہ ارشاد فرمایا کہ سچی شہادت کا چھپانا حرام اور گناہ ہے، ارشاد ہے: وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَإِنَّهُ اٰثِمٌ قَلْبُهُ یعنی شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو چھپائے گا، اس کا دل گناہ گار ہے۔

ان تمام آیات نے مسلمانوں پر یہ فریضہ عائد کر دیا ہے کہ سچی گواہی سے جان نہ چرائیں، ضرور ادا کریں، آج یہ خرابیاں انتخابات میں پیش آرہی ہیں، ان کی بڑی وجہ یہ بھی ہے، کہ نیک صالح حضرات عموماً ووٹ دینے ہی سے گریز کرنے لگے جس کا لازمی نتیجہ وہ ہوا جو مشاہدہ میں آرہا ہے، کہ ووٹ عموماً ان لوگوں کے آتے ہیں جو چند ٹکوں میں خرید لئے جاتے ہیں، اور ان لوگوں کے ووٹوں سے جو نمائندے پوری قوم پر مسلط ہوتے ہیں، وہ ظاہر ہے، کہ کس قماش اور کس کردار کے لوگ ہوں گے، اس لئے جس حلقہ میں کوئی بھی امیدوار قابل اور نیک معلوم ہو، اسے ووٹ دینے سے گریز کرنا بھی شرعی جرم اور پوری قوم وملت پر ظلم کا مرادف ہے، اور اگر کسی حلقہ میں کوئی بھی امیدوار صحیح معنی میں قابل اور دیانت دار نہ معلوم ہو، مگر ان میں سے کوئی ایک صلاحیت کار اور خدا ترسی کے اصول پر دوسروں کی نسبت سے غنیمت ہو، تو تقلیل شر اور تقلیل ظلم کی نیت سے اس کو بھی ووٹ دے دینا جائز بلکہ مستحسن ہے، جیسا کہ نجاست کے پورے ازالہ پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں تقلیل نجاست کو اور پورے ظلم کو دفع کرنے کا اختیار نہ ہونے کی صورت میں تقلیل ظلم کو فقہاء رحمہم اللہ نے تجویز فرمایا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

خلاصہ یہ ہے کہ

انتخابات میں ووٹ کی شرعی حیثیت کم از کم ایک شہادت کی ہے جس کا چھپانا بھی حرام ہے، اور اس میں جھوٹ بولنا بھی حرام، اس پر کوئی معاوضہ لینا بھی حرام، اس میں محض ایک سیاسی ہار جیت اور دنیا کا کھیل سمجھنا بڑی بھاری غلطی ہے، آپ جس امیدوار کو ووٹ دیتے ہیں، شرعاً آپ اس کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص اپنے نظریے اور علم وعمل اور دیانت داری کی رو سے اس کام کا اہل اور دوسرے امیدواروں سے بہتر ہے، جس کام کے لئے یہ انتخابات ہو رہے ہیں، اس حقیقت کو سامنے رکھیں تو اس سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

ا:...... آپ کے ووٹ اور شہادت کے ذریعہ جو نمائندہ کسی اسمبلی میں پہنچے گا، وہ اس سلسلے میں جتنے اچھے یا برے اقدامات کرے گا، ان کی ذمہ داری آپ پر بھی عائد ہوگی، آپ بھی اس کے ثواب یا عذاب

میں شریک ہوں گے۔

۲:...... اس معاملہ میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ شخصی معاملات میں کوئی غلطی بھی ہو جائے، تو اس کا اثر بھی شخصی اور محدود ہوتا ہے، ثواب وعذاب بھی محدود، قومی اور ملکی معاملات سے پوری قوم متاثر ہوتی ہے اس کا ادنیٰ نقصان بھی بعض اوقات پوری قوم کی تباہی کا سبب بن جاتا ہے، اسلئے اس کا ثواب وعذاب بھی بہت بڑا ہے۔

۳:...... سچی شہادت کا چھپانا از روئے قرآن حرام ہے، اس لئے آپ کے حلقہ انتخاب میں اگر کوئی صحیح نظریہ کا حامل ودیانت دار نمائندہ کھڑا ہے، تو اس کو ووٹ دینے میں، کوتاہی کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

۴:...... جو امیدوار نظام اسلامی کے خلاف کوئی نظریہ رکھتا ہے، اس کو ووٹ دینا ایک جھوٹی شہادت ہے، جو گناہ کبیرہ ہے۔

۵:...... ووٹ کو پیسوں کے معاوضہ میں دینا بدترین قسم کی رشوت ہے، اور چند ٹکوں کی خاطر اسلام اور ملک سے بغاوت ہے، دوسروں کی دنیا سنوارنے کے لئے اپنا دین قربان کر دینا کتنے ہی مال و دولت کے بدلے میں ہو، کوئی دانشمندی نہیں ہوسکتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ وہ شخص سب سے زیادہ خسارے میں ہے، جو دوسرے کی دنیا کے لئے اپنا دین کھو بیٹھے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مفتی وصدر جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

۲۰ر شوال ر ۱۳۸۰ھ

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

...... ایاتھا ۱۲۰	سورۃ المائدۃ	...... رکوعاتھا ۱۶ ......

وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰـهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؔ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (۱۱۶)

اور (اُس وقت کا بھی ذکر سنو) جب اللہ کہے گا کہ: "اے عیسیٰ ابنِ مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے علاوہ دو معبود بناؤ؟" (۱) وہ کہیں گے: "ہم تو آپ کی ذات کو (شرک سے) پاک سمجھتے ہیں۔ میری مجال نہیں تھی کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو آپ کو یقیناً معلوم ہو جاتا۔ آپ وہ باتیں جانتے ہیں جو میرے دِل میں پوشیدہ ہیں، اور میں آپ کی پوشیدہ باتوں کو نہیں جانتا۔ یقیناً آپ کو تمام چھپی ہوئی باتوں کا پورا پورا علم ہے (۱۱۶)

(۱) عیسائیوں کے بعض فرقے تو حضرت مریم علیہا السلام کو تثلیث کا ایک حصہ قرار دے کر انہیں معبود مانتے تھے، اور دوسرے بعض فرقے اگرچہ انہیں تثلیث کا حصہ تو قرار نہیں دیتے تھے، لیکن جس طرح ان کی تصویر کلیساؤں میں آویزاں کر کے اس کی پرستش کی جاتی تھی وہ بھی ایک طرح سے ان کو خدائی میں شریک قرار دینے کے مرادف تھی۔ اس لئے یہ سوال کیا گیا ہے۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْداً مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدٌ ﴿١١٧﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١١٨﴾ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَداً ۭ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١١٩﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۭ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٢٠﴾

میں نے اِن لوگوں سے اُس کے سوا کوئی بات نہیں کہی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا، اور وہ یہ کہ :"اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار"۔اور جب تک میں ان کے درمیان موجود رہا، میں ان کے حالات سے واقف رہا۔ پھر جب آپ نے مجھے اُٹھالیا تو آپ خود ان کے نگراں تھے، اور آپ ہر چیز کے گواہ ہیں (١١٧) اگر آپ ان کو سزا دیں، تو یہ آپ کے بندے ہیں ہی، اور اگر آپ انہیں معاف فرمادیں تو یقیناً آپ کا اقتدار بھی کامل ہے، حکمت بھی کامل" (١١٨) اللہ کہے گا کہ :"یہ وہ دن ہے جس میں سچے لوگوں کو ان کا سچ فائدہ پہنچائے گا۔ ان کے لئے وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، جن میں یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے خوش ہے اور یہ اُس سے خوش ہیں، یہی بڑی زبردست کامیابی ہے "(١١٩) تمام آسمانوں اور زمین اور ان میں جو کچھ ہے اس سب کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے، اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔(١٢٠)

☆☆☆

حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمۃ اللہ علیہ کا

اساتذہ وطلبہ سے خطاب

(دوسری اور آخری قسط)

اساتذہ کا ادب کرنے والے سعادت مند ہوں گے: اساتذہ کرام کا ادب واحترام بڑا ضروری ہے۔جب تک ان کا ادب واحترام نہ کروگے،ان سے محبت نہ کروگے کچھ حاصل نہ ہوگا۔وہ تم کو ایسی چیز عطا فرما رہے ہیں جو تمہاری استطاعت سے باہر تھی،یہ ان کی شفقت اور محبت ہے کہ تمہیں درس دے رہے ہیں،نہایت ادب کے ساتھ سنو،اور ان کا ادب واحترام کرو،ان کی عزت کرو،کیونکہ وہ تم کو بہت بڑی نعمت کا حامل بنا رہے ہیں۔جب تک ان کی عزت نہیں کروگے اس وقت تک صحیح علم حاصل نہیں ہوتا۔جو طالب علم اساتذہ کا ادب کریں گے وہی ہونہار ہوں گے،وہی صاحب سعادت ہوں گے،وہی صاحب اقبال ہوں گے۔

اساتذہ کی ذمہ داری: دوسری بات اساتذہ سے متعلق ہے،اساتذہ کے پاس اللہ کے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی بہت بڑی امانت ہے جو وہ طالب علموں کی طرف منتقل کر رہے ہیں۔ان کو بھی اسی طہارت کی ضرورت ہے،اس نیت اور اخلاص کی ضرورت ہے،اسی ادب کی ضرورت ہے۔ان کو اللہ تعالیٰ نے اس مرتبہ پر فائز کیا ہے کہ اخلاص نیت کے ساتھ،جذبۂ ایثار کے ساتھ،محبت کے ساتھ،شفقت کے ساتھ ،پدرانہ محبت کے ساتھ،اللہ اور اللہ کے کلام کو طالب علموں کی طرف منتقل کریں،اپنے طالب علموں سے ایسی محبت ہونی چاہئے جیسی اپنی اولاد سے ہوتی ہے۔ان کو اولاد سمجھیں اور اولاد جس طرح جسمانی تعلق رکھتی ہے اسی طرح شاگرد کا بھی ایک روحانی تعلق ہے ایمانی تعلق ہے۔اس لئے اساتذہ کو بڑا اہتمام کرنا چاہئے کہ اپنے شاگرد دل کے ساتھ شفقت کا،محبت کا،دل سوزی کا،ایثار کا معاملہ کریں،یہ ان کی ذمہ داری ہے جب درس دینے کے لئے آئیں تو خوب مطالعہ کرکے آئیں،شرح صدر کے ساتھ آئیں،اس کے بغیر درس کے لئے نہ آئیں۔

ایک واقعہ ضمناً یاد آ گیا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ درس دیا کرتے تھے ،ایک دن آ کے بیٹھے اور فرمایا کہ میں آج درس نہیں دوں گا کیونکہ میں تیار ہو کے نہیں آیا۔اس درس کا میں نے مطالعہ نہیں کیا۔حالانکہ وہ بہت بڑے جید عالم تھے،بغیر مطالعہ کے بیان کر سکتے تھے،لیکن اس کو انہوں نے خیانت سمجھا کہ مطالعہ کے بغیر سبق پڑھائیں۔

تو بھئی جب تک اساتذہ بھی اس قدر احتیاط نہ کریں گے اس میں برکت نہیں ہوگی۔برکت اس میں جب ہی ہوگی جبکہ ان کے قول میں ان کے ارشادات میں ان کی تشریحات میں اخلاص نیت ہوگا،جذبۂ ایثار ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی رضا پیش نظر ہوگی۔

اساتذہ کو بھی اپنے طالب علموں کے ساتھ پدرانہ محبت وشفقت،دلجوئی اور دل سوزی کا معاملہ کرنا چاہئے اور طالب علموں کو بھی اپنے اساتذہ کی اپنے باپ سے زیادہ عزت کرنی چاہئے۔میں نے بتایا ہے کہ ایک جسمانی عظمت ہوتی ہے اور ایک روحانی اور ایمانی،طلبہ کا اساتذہ کے ساتھ جو رشتہ ہے وہ روحانی رشتہ ہے،ایمانی رشتہ ہے،اور جسمانی رشتہ سے بڑھ کر ہے،اس لئے اساتذہ کرام کے ادب کا طلباء کو خاص اہتمام کرنا چاہئے،ایسا کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ کامیابی ہوگی،ہمیشہ مقصود حاصل ہوگا،درسگاہ اور تعلیم وتعلّم کے جو مقاصد ہیں وہ یہی ہیں کہ فطرتِ انسانیہ انسان کو حاصل ہو جائے۔اللہ اور اللہ کے رسول سے صحیح تعلق ہو جائے۔اس کی یہی تدبیریں ہیں جو ہم نے بتائیں یعنی طہارت وادب۔

منتظمین کو چاہئے کہ طلبہ کی آسائش وآرام کا خیال رکھیں: منتظمین سے بھی مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔آپ منتظمین ہیں،اللہ تعالیٰ آپ کو حسن انتظام کی توفیق دے۔

حسن انتظام بہت بڑی چیز ہے،حسن انتظام سے سب کو راحت رہتی ہے،اپنے آپ کو بھی راحت رہتی ہے۔پوری برادری کو راحت رہتی ہے،ایسے انتظامات ہونے چاہئیں کہ کوئی تکلیف نہ ہو،دوسروں کے لئے کوئی دشواری نہ ہو،یہاں یہ سب مہمانانِ رسول ہیں۔طالب علم ہیں،منتظمین کو چاہئے کہ ان کی آسائش کا آرام کا خیال رکھیں۔

دارالعلوم کے احاطے کے اندر رہو: طالب علموں کے لئے ایک اور اہم نصیحت ہے کہ خبردار! جب تک

طالب علم ہو، دارالعلوم کے احاطے کے اندر رہو، اپنی دینی علمی کتابوں کے علاوہ غیر چیزیں تمہارے سامنے نہ آئیں۔ اخبارات ہیں، ریڈیو ہیں، رسالے ہیں، جانے کیا کیا چیزیں ہیں، یہ تمہارے سامنے نہ آئیں، یہ چیزیں ہرگز تمہارے سامنے نہ آنی چاہئیں۔ یہ سب چیزیں مضر ہیں۔ ان سب میں سمیّت (زہر) ہے۔ دل و دماغ کو خراب کردینے والی، ماؤف کردینے والی چیزیں ہیں۔ بس تندہی کے ساتھ اللہ اور اللہ کے رسول کے کلام کو پڑھتے رہو، نماز باجماعت کی پابندی کرو۔ ادعیہ ماثورہ کا اہتمام کرو اور خبردار غیر متعلق چیزوں کی طرف توجہ نہ دو، بس اپنی طرف توجہ رکھو، آج کل کا ماحول اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے، بڑا شرانگیز ہے، میں اساتذہ سے بھی اور طلبہ سے بھی کہتا ہوں کہ اس دارالعلوم کی چاردیواری کے اندر رہتے ہوئے ہرگز نظر نہ ڈالنا کہ باہر کیا ہورہا ہے؟ کہاں کہاں کون سی انجمنیں اور بڑی بڑی جماعتیں قائم ہیں؟ خبردار ان انجمنوں اور جماعتوں کا تم سے کوئی تعلق نہیں، تم اپنی توجہ اپنی حدود کے اندر رکھو، اپنی صلاحیتیں تعلیم و تعلّم اور درس و تدریس میں صحیح طور پر صرف کرو۔

خبردار! باہر بڑے فتنے ہیں، دین کے فتنے ہیں، جماعتیں اور انجمنیں قائم ہورہی ہیں، اسلام کے نام پر، ایمان کے نام پر پارٹیاں بن رہی ہیں، تم کو ہرگز ان کے قریب نہ جانا چاہئے، خبردار ان کی طرف کبھی بھی نظر نہ ڈالنا۔ اساتذہ بھی اپنی اپنی صلاحیتیں ان کاموں میں صرف کریں، جن کے لئے انہیں مقرر کیا گیا ہے۔ دارالعلوم کی چاردیواری کے اندر رہیں۔ باہر ہزاروں فتنے ہیں، دین کے نام پر فتنے برپا ہورہے ہیں۔ ہمیں اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے، ہم کسی پر اعتراض نہیں کرتے، ہم اپنے دارالعلوم کی خیر چاہتے ہیں، ہم اپنے مذہب اور دارالعلوم کی چاردیواری سے ہرگز نہیں نکلیں گے، جب تک فارغ نہ ہوں۔ آپ کیوں ان چیزوں میں حصہ لیں؟ کیا آپ خدائی فوجدار ہیں؟ آپ کے اوپر وحی آئی ہے کہ دنیا بھر کی اسلامی ذمہ داریاں آپ اٹھاتے پھریں؟ آپ سوچتے ہوں گے کہ مسلمان ہونے کی وجہ سے عالم ہونے کی وجہ سے یہی تقاضا ہے کہ اہل حق کی نمائندگی کرنی چاہئے، اہل حق کو اگر رسوخ نہ ہوگا تو باطل غالب آجائے گا، بڑی اونچی سوچ ہے، بھئی تم کون ہوتے ہو باطل کو روکنے والے؟ حق کو غالب کرنے والے؟ کیا تم خدائی فوجدار ہو؟ تم اپنے مدرسے کا اور کتابوں کا حق ادا کرو، جو تمہارا شعبہ ہے، اس شعبہ میں کام کرو، یہ کام دوسروں کو کرنے دو، اپنے شعبہ کو چھوڑ کر دوسرے شعبوں کے کام اپنے ذمے لوگے تو اس شعبہ سے بھی جاؤگے، خبردار! میری نصیحت ہے کہ آج کل کی سیاست کی طرف طلبہ و اساتذہ ہرگز نظر نہ ڈالیں۔ آج کل کی سیاست کا فتنہ بہت بڑا فتنہ ہے۔

دنیا کا ہر کام آپ کے ذمہ نہیں ہے: عام طور سے کہا جاتا ہے کہ اگر ہم خاموش رہیں گے تو اہل حق کی نمائندگی کون کرے گا؟ اہل حق کو حق بھی تو پہنچانا چاہئے، باطل زور کر رہا ہے، اگر ہم بھی خاموش رہے تو حق پر باطل غالب آجائے گا۔ کیا آپ خدائی فوجدار ہیں کہ دنیا کا ہر کام آپ کے ذمہ ہے؟ پس جس منصب تک پہنچ گئے ہو اس کا حق ادا کرو، اسلامی سیاست کا منصب بھی بہت سے واعظمین و مبلغین اور مصنفین و مولفین نے اختیار کر رکھا ہے، یہ ان کا مذاق ہے، ان ہی کو کرنے دیجئے۔ آپ اپنے شعبہ کو سنبھالئے، اگر آپ میں قوم و ملت کی خیر خواہی کا بہت ہی زیادہ جذبہ ہے تو دارالعلوم کی چار دیواری سے باہر چلے جائیے اور حصہ لیجئے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ جس کام پر مامور ہیں اس کو بھی کریں اور دوسرے کاموں کو بھی سنبھالیں۔ ایک صلاحیت سے دو جگہ کام نہیں ہوسکتے۔ ایک صلاحیت ایک ہی جگہ ہوسکتی ہے۔ اور اس صلاحیت میں ترقی اور برکت جب ہی ہوگی جب آپ ایک ہی شعبہ میں لگے رہیں، اس لئے میں نصیحت کرتا ہوں آپ لوگوں کے سامنے، باہر سے چاہے جتنے مطالبات اسلام اور دین کے نام پر آئیں، آپ کو ان سے تعلق نہیں ہونا چاہئے آپ اس کے ذمہ دار نہیں کہ اعلائے کلمۃ الحق کے لئے چار دیواری پھاند کر چلے جائیں اور وہاں جا کے حق ادا کریں بھئی سیاست سے آپ کو کوئی مَس نہیں، کوئی مناسبت نہیں، اس لئے اگر آپ نے میری بات پر عمل نہ کیا تو ہمیشہ دھوکا ہوگا۔ یہ بالکل غلط خیال ہے کہ بھئی ہم خاموش کیسے رہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ہم کو علم دیا ہے، اس وقت ضرورت ہے حق کی حمایت کی۔ یہ محض شیطانی وسوسہ ہے، ہرگز ہرگز آپ سے اس کا مطالبہ نہیں۔ آپ سے مطالبہ یہ ہے کہ جو صلاحیت آپ کو دی گئی ہے اس کو صحیح استعمال کریں۔ چار دیواری کے اندر رہ کر آپ جو خدمت کر سکتے ہیں کریں، درساً یا تحریراً، اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ ہزار کوئی آپ کو مدعو کرے کہ یہ انجمن ہے وہ انجمن ہے، کسی انجمن میں شریک نہ ہوں، ہماری انجمن ہمارے ساتھ ہے، ہماری انجمن کوئی معمولی انجمن نہیں؟ یہ انجمن اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی بنیادی انجمن ہے، اس کی تعلیم کی درس و تدریس کی انجمن ہے۔ ہم اس کا حق ادا کرتے ہیں، خبردار! کبھی سیاست کی طرف نظر نہ اٹھانا ٹھوکر کھاؤ گے۔

میری نصیحت یاد رکھنا، اس سلسلہ میں اللہ میاں تم سے مواخذہ نہیں کرے گا، جب انہوں نے تم میں اس کی صلاحیت ہی نہیں رکھی تو مواخذہ بھی نہ ہوگا۔ اگر ایک شخص آپ کا باورچی ہے تو آپ اس سے یہ مواخذہ نہیں کر سکتے کہ تم نے آج صفائی کیوں نہیں کی؟ کپڑے کیوں نہیں دھوئے؟ دارالعلوم ہی کو لیجئے، جو لوگ مطبخ

میں کھانا پکاتے ہیں، ان سے یہ مواخذہ نہیں کیا جاسکتا کہ تم نے سبق کیوں نہیں پڑھایا؟ میں پھر نصیحت کرتا ہوں کہ چاہے جتنی جماعتیں قائم ہوں تمہیں کسی کی طرف جانے کی ضرورت نہیں، اس کے علاوہ بہت سی انجمنیں اور جماعتیں صرف یہ چاہتی ہیں کہ کچھ ایسے لوگوں کو بھی ساتھ لے لیں جن سے ان کا وقار بڑھ جائے، کچھ ان کی پشت پناہی ہوجائے، اس لئے وہ چاہتی ہیں کہ فلاں مولوی صاحب کو شامل کرلیں۔ وہ جماعتیں یہ سمجھتی ہیں کہ ان سے ہماری جماعت میں تقویت پیدا ہوجائے گی۔ وہ تمہارے علم سے کچھ اخذ نہ کریں گے بلکہ اپنا اثر ضرور تم پر ڈال دیں گے۔ میں خیر خواہی سے، محبت سے نصیحت کررہا ہوں کہ خبردار سیاست کی طرف نہ جانا، ہماری سیاست درس وتدریس ہے، تصنیف وتالیف ہے، میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جو داعیہ آپ کے دل میں پیدا ہورہا ہے کہ سیاست کے ذریعے خدمتِ اسلام کی جائے وہ سوائے نفسانیت کے کچھ نہیں، آپ میں سے جس میں بھی یہ جذبہ پیدا ہوگا وہ محض نفسانی ہوگا ایمانی نہیں، الّا ماشاء اللہ۔

ہاں اگر حکومت کسی دینی معاملے میں مشورے کے لئے دارالعلوم کے علماء یا کسی اور عالم کو طلب کرے تو حق کی وضاحت کے لئے ضرور جانا چاہئے اور جاکر شریعت کا حکم واضح کردینا چاہئے۔ لیکن اگر حکومت کی طرف سے کسی ایسی کمیٹی کا رکن بننے کی دعوت دی جائے جس میں ارکان کی اکثریت عظمتِ دین سے غافل اور دین کے معاملے میں تاویل کوشی ہو اور وہاں جاکر اس بات کا خطرہ ہو کہ اہل حق کا وقار دینی مجروح ہوگا یا خدانخواستہ دوسروں کی تاویل کوشی میں خود کو حصہ دار بننا پڑے گا تو ایسی رکنیت کو ہرگز قبول نہ کیا جائے اور ایسی صورت میں اپنے فرائض منصبی کے مشاغل کثیرہ اور ایسے کام کی عدم صلاحیت وناہلیت کا عذر کافی ہے۔

درس وتدریس کے علاوہ تبلیغ واشاعت کا کام بھی کریں: البتہ ایک بات آپ کے مقاصد میں داخل ہے، اور وہ یہ ہے کہ آپ اپنے یہاں ایک شعبہ کھول لیں جو درس وتدریس کے علاوہ تبلیغ واشاعت کا کام کرے، آپ کہتے ہیں کہ مکروہات پھیلے ہوئے ہیں اور اسلام کے خلاف سازش ہورہی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہے، قلم دیا ہے اور زبان دی ہے، زبان سے آپ وعظ ونصیحت کیجئے، قلم سے آپ مضامین لکھئے، دینی ماہناموں میں اور اخبارات میں شائع کردیجئے، بس اتنا کافی ہے ہمارے حضرت کا یہی طریقہ رہا ہے کہ جہاں کوئی مسئلہ درپیش ہوا مضمون لکھ دیئے، رسالہ لکھ دیا، اور شائع کرادیا۔

آج سے اساتذہ، طلبہ اور منتظمین سب کے سب یہ عزم کرلیں کہ اپنے بزرگوں کی روش پر چلتے رہیں

گے اور اپنے نصب العین پر اپنی فطری صلاحیتوں کے ساتھ قائم رہیں گے اور دارالعلوم کو ایک معیاری اور مثالی دارالعلوم بنائیں گے۔ان شاء اللّٰہ ثم ان شاء اللّٰہ.

اخلاقیات کیلئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ وملفوظات پڑھ کر سنائیں

ایک خاص واہم بات اور قابل عرض ہے۔حضرات منتظمین اور اساتذہ کرام کو خصوصیت کے ساتھ اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ اخلاقیات جو دین کا ایک اہم بنیادی شعبہ ہے۔اس طرف ضرور اپنی خصوصی توجہات مبذول فرمادیں،یعنی درستی و پاکیزگی اخلاق خود بھی اہتماماً عمل کریں اور طلباء کو بھی اس کی اہمیت کی تعلیم دیں۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر روزانہ اس کے لئے وقت نہ ہو تو کم از کم ہفتہ وار مثلاً جمعہ کے دن یا کسی اور دن، ناظم اعلیٰ جو مناسب سمجھیں مقرر کرلیں کہ کچھ دیر کے لئے خواہ ایک گھنٹہ ہی کیوں نہ ہو طلباء کو جمع کرلیا کریں ،اگر اساتذہ بھی اس میں شریک ہوں تو اور بھی زیادہ مناسب ہے۔ناظم اعلیٰ خود یا کسی استاد کو اس کام کے لئے مقرر فرمائیں اور اس موقع پر کوئی کتاب جو اخلاقیات پر مشتمل ہو، پڑھ کر سنائیں اور اس کی تشریح کردیا کریں۔اس موضوع پر حضرت حکیم الامۃ رحمۃ اللہ علیہ کی اکثر تصانیف، مواعظ و ملفوظات طبع شدہ موجود ہیں۔مثلاً تبلیغ دین، حیٰوۃ المسلمین، جزاء الاعمال، اصلاح المسلمین، اخلاقیات پر مشتمل مواعظ و ملفوظات جو نہایت سبق آموز اور بصیرت افروز ہیں،ان کو سنا کر معمولی تشریح کرنا کافی ہے،تجربہ شاہد ہے کہ بہت ہی نافع اور داعی عمل ثابت ہوتے ہیں اور درسی تعلیم کی روح رواں ہیں۔

منتظمین اور اساتذہ آپس میں محبت اور تکریم کے ساتھ رہیں: اب میں ایک نہایت اہم اور سنگین ضرورت کی طرف حضرات منتظمین اور اساتذہ کو خصوصیت کے ساتھ متوجہ کرنا چاہتا ہوں،وہ ہے آپس میں ہم آہنگی اور خلوص وایثار کی قابل قدر ضرورت،جس پر دارالعلوم کا وقار اور اعتبار منحصر ہے۔

خوب یاد رکھئے اور حرز جان بنایئے کہ آپ کا تعلق اور دارالعلوم سے نسبت آپ کا کوئی نجی اور ذاتی معاملہ نہیں ہے،آپ کا تعلق دین کے ایک معظم ومحترم ادارے اور درس گاہ سے ہے،اس لئے اس کا پاس وادب ملحوظ رکھنا آپ کا فرض ہے، دیکھئے اگر کسی میں کوئی اختلاف پیدا ہوجائے تو فوراً نیک نیتی کے ساتھ جلد از جلد آپس میں مل کر اس کو رفع کرلیا جائے،خواہ یہ اختلاف اساتذہ کے درمیان ہو یا اساتذہ اور منتظمین کے درمیان

ہوا یک دوسرے کے ساتھ بدگمانی رکھنا یا شکوہ وشکایت کا تدارک بالمشافہ جلد نہ کرلینا، یہ یقیناً خباثت نفس ہے اور نہایت مذموم ہے اور انجام کے لحاظ سے شر انگیز ہے اور عاقبت سوز ہے اور عاقبت میں اندیشہ ہے کہ قابل مواخذہ ہے۔ سب سے زیادہ خرابی یہ ہے کہ دارالعلوم کی چاردیواری کے باہر رُسوائی اور بدنامی کا باعث ہے اور یہ اساتذہ اور منتظمین کے وقار پر بہت بدنما داغ ہے۔

اس لئے میں نہایت دلسوزی کے ساتھ اور اپنا حقِ تعلق ادا کرنے کے لئے یہ بات آپ حضرات کے سامنے عرض کررہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ سب اس کو اپنا شعارِ زندگی بنائیں گے۔ ممکن ہے کہ پھر کوئی اور آپ کو اس لب ولہجہ سے مخاطب نہ کرے۔

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جان دوست تر دارند جوانانِ سعادت مند پندِ پیرِ دانا را

(جانِ من! نصیحت غور سے سن، کیونکہ ہر سعادت مند جوان بزرگِ دانا کی نصیحت کو جان سے بھی زیادہ محبوب رکھتا ہے)

دعاء: دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دولتِ تقویٰ اور صفائی قلب سے بہرہ اندوز رکھیں، اور اپنی یاد اور اپنے ذکر سے ہمیشہ معمور فرمائیں۔ آمین۔

اب دعا کرلو کہ:

یا اللہ! ہمارے بزرگوں کو درجاتِ رفیعہ عطا فرمائیے۔ یا اللہ! ان کے اخلاصِ نیت کو بارآور فرمادیجئے، ان درس گاہوں کو ہر طرح کے فتنوں سے محفوظ فرمائیے۔

یا اللہ! دارالعلوم کی ہر طرح نصرت فرمائیے، ہر طرح اعانت فرمائیے، اس کو ہر طرح کی ظاہری وباطنی برکتیں عطا فرمائیے، ہر طرح کے ظاہری وباطنی فتنوں سے محفوظ رکھئے۔

یا اللہ! دارالعلوم کو کسی کا محتاج نہ بنائیے۔ یا اللہ! دارالعلوم کے اساتذہ، طلبہ، منتظمین، ملازمین اور ان کے متعلقین کو ہر طرح کی عافیت سے نوازیئے۔

یا اللہ! اس کے بانی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کی قبر کو انوار وتجلیات سے بھر دیجئے، ان کو مقاماتِ عالیہ رفیعہ عطا فرمائیے، یہ دعائیں اپنے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ قبول فرمالیجئے۔

یا اللہ آپ نے ایمان کی دولت دی ہے عمل صالح کی توفیق بھی دیجئے، ہمیں نفس و شیطان کے مکائد سے محفوظ رکھئے، دنیا بھر کے فتنوں سے محفوظ رکھئے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا. رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ.

یا اللہ! ہمارا ماحول شیطانی ہے، ہمارا ماحول کافرانہ ہے ہماری مدد فرمایئے، ہمیں برے ماحول سے بچا لیجئے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ.

یا اللہ! آپ کے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جامع دعا ہے وہ ہم آپ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں، یا اللہ! اس کو ہمارے حق میں ہمارے اہل وعیال کے حق میں اور سب کے حق میں قبول فرما لیجئے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم . اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَاَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا وَاَعْطِنَا وَ لَا تَحْرِمْنَا وَ اَرْضِنَا وَ ارْضَ عَنَّا، اَنْتَ حَسْبِیْ اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ وَلِیِّ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ.

یا اللہ! سب کو عافیت کاملہ عطا فرمایئے، سب کو تندرستی عطا فرمایئے، ہمارے اہل وعیال کو، ہمارے دوست واحباب کو سب کو تندرست رکھئے۔

میرے لئے بھی دعا کیجئے، کہ اللہ تعالیٰ صحت وتندرستی عطا فرمائے اور عافیت کاملہ عطا فرمائے۔ یا اللہ! نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے وطفیل ہماری دعائیں قبول کر لیجئے۔

آمین بحق سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم.

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
نائب رئیس ــــــــــــ جامعہ دارالعلوم کراچی

یادیں

(دسویں قسط)

انجمن اصلاح صبیاں

ہمارے گھر کے قریب مسجد باب الاسلام تھی جس کا ذکر پیچھے گذر چکا ہے۔ اس مسجد کے قریب ایک مکان میں حضرت حاجی محمد ایوب صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، رہا کرتے تھے۔ اُن کے کئی صاحبزادے تھے جن میں میرے تقریبا ہم عمر جناب محمد کلیم صاحب تھے (اللہ تعالیٰ اُنہیں بعافیت تادیر سلامت رکھے) اُن سے نمازوں میں ملاقات کے دوران دوستی ہوگئی جو بحمد اللہ آج تک قائم ہے۔ ماشاء اللہ اُن کا گھرانہ دیندار گھرانہ تھا۔ اُن کے ساتھ کھیل کود کا تو زیادہ اتفاق نہیں ہوا، لیکن اُنہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ بچوں میں دینی شعور پیدا کرنے کے لئے ایک بچوں کی جماعت بنانی چاہئے۔ چنانچہ زیادہ تر اُنہی کی کوششوں سے مسجد میں غالباً ہفتہ وار بچوں کا ایک اجتماع شروع ہوگیا۔ کلیم صاحب اگرچہ اسکول میں (شاید ساتویں یا آٹھویں جماعت میں) پڑھتے تھے، لیکن ماشاء اللہ گھر کی تربیت کے نتیجے میں اُس عمر کے لحاظ سے دینی معلومات بھی خوب تھیں، اور اُنہیں بات کرنے کا سلیقہ بھی مجھ سے زیادہ آتا تھا۔ چنانچہ جہاں تک یاد ہے، پہلی مجلس میں اُنہوں نے حضرت عمر، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے اسلام لانے کا واقعہ بچوں کو بڑی کامیابی سے سُنایا جسے بچوں نے بہت پسند کیا۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ میں بولتے وقت بہت اٹکا کرتا تھا، اس لئے کلیم صاحب کی طرح روانی سے تقریر کرنا مجھے بھاری معلوم ہوتا تھا۔ لیکن جب بار بار بچوں کا یہ اجتماع ہونے لگا، تو مجھے بھی کچھ نہ کچھ بولنا پڑتا تھا۔ چنانچہ جہاں تک یاد ہے، میں "حکایات صحابہ" سے کسی صحابی کے واقعات یاد کر کے سُنانے لگا تھا۔ میرے بھانجے حکیم مشرف حسین صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، اگرچہ بندر روڈ پر ہم سے دور رہتے تھے، لیکن بچوں کے اس اجتماع

میں وہ بھی پوری طرح شریک رہا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم نے سوچا کہ بچوں کی اس جماعت کا کوئی نام بھی رکھدینا چاہئے۔ ہماری سمجھ میں اور کچھ نہ آیا تو اُسے "شعبۂ تبلیغ اسلام" کہنے لگے؛ اور پس اُس کی رُوداد وغیرہ بھی کسی کاپی میں لکھی جانے لگی۔ ایک مرتبہ یہ کاپی حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر پڑ گئی، تو انہوں نے مجھ سے پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے ساری تفصیل بتادی تو حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ نام مناسب نہیں۔ اس کا نام "انجمن اصلاح صبیاں" رکھدو۔ چنانچہ پھر ہم نے اسی نام سے ایک مہر بھی بنوالی، اور یہ سلسلہ ہمارے برنس روڈ کا مکان تبدیل کرنے پر ختم ہوا۔

عربی تعلیم کے مراکز

اسی سال یہ واقعہ پیش آیا کہ پاکستان میں سوریا (شام) کے سفیر جناب جواد المرابط صاحب جو اگرچہ مغربی وضع وقطع میں رہتے تھے، لیکن بڑے عبادت گذار اور صاحب دل آدمی تھے، اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، کے پاس بڑی محبت اور عقیدت کے ساتھ آیا کرتے تھے، انہوں نے حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کو یہ تجویز پیش کی کہ سوریا کا سفارت خانہ دارالعلوم کے ساتھ اشتراکِ عمل کرکے کراچی شہر کے مختلف علاقوں میں عربی زبان بالطریق المباشر (ڈائریکٹ میتھڈ سے) سکھانے کیلئے مراکز قائم کرسکتا ہے۔ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے اس تجویز کو پسند کرتے ہوئے اس کی منظوری دیدی، اور اس کیلئے دارالعلوم کو بنیاد قرار دیکر شہر کے مختلف اداروں میں یہ مراکز قائم کئے گئے۔ استاذ محمد امین المصری اُس وقت سوریا کے سفارت خانے میں "الملحق الثقافی" (کلچرل اٹیچی) کے عہدے پر فائز تھے۔ عربی کی تعلیم کے ان مراکز کی نہ صرف نگرانی اور نصاب کی تیاری انہوں نے اپنے ذمے لی، بلکہ بذات خود عربی پڑھانے کیلئے بھی تیار ہوگئے۔

انہوں نے اپنا درس دارالعلوم میں شروع کیا۔ وہ ہرروز اپنا درس لکھکر لاتے، اور عربی ہی میں پڑھاتے۔ ان کے پڑھانے کا طریقہ یہ تھا کہ جو لفظ سکھاتے، اس کے معنی عملاً سمجھاتے تھے، اور پھر ایک ایک طالب علم سے وہ لفظ کہلواتے تھے، اور تلفظ صحیح کرنے پر خصوصی زور دیتے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے "کتاب" کا لفظ پڑھایا۔ اگرچہ انہیں معلوم تھا کہ "کتاب" کا لفظ اردو میں بھی اسی معنی میں بولا جاتا ہے، اور سب طلبہ اس کا مطلب بھی سمجھتے ہیں، لیکن مجھے یاد ہے کہ انہوں نے کتاب ہاتھ میں لیکر لفظ "کتاب"

کم از کم پچاس مرتبہ ضرور کہا ہوگا، اور پھر اتنی ہی مرتبہ طلبہ سے بھی کہلایا، تاکہ وہ اس کا تلفظ صحیح عربی لہجے میں کرسکیں۔ اس طرح وہ ہر درس لکھکر لاتے، اور اس کی پوری مشق کرواتے۔ پھر اُن کے یہی دروس کتابی شکل اختیار کرگئے، اور طريقة جديدة لتعليم العربية کے نام سے شائع ہوئے۔

شروع میں کچھ روز ہم نے استاذ امین مصری، رحمۃ اللہ علیہ، ہی کے ابتدائی درس میں شرکت کی۔ چونکہ وہ روزانہ کا سبق روزانہ تیار کرتے تھے، اس لئے بعض اوقات کسی عمل کا مظاہرہ کرنے کیلئے کچھ طلبہ کو اپنے پاس بلاکر کھڑا کرلیتے تھے، اور اس کام کیلئے بکثرت قرعۂ فال میرے نام پڑا کرتا تھا، کیونکہ میں شاید اُس جماعت میں سب سے کم عمر تھا، اس لئے "طريقة جديدة" کتاب میں میرا نام بھی آگیا ہے۔

پھر کچھ دن کے بعد استاذ امین مصری، رحمۃ اللہ علیہ، کو یہ محسوس ہوا کہ جماعت میں مختلف معیار کے لوگ شامل ہیں، اور اُن سب کو "طريقه جديدة" کے معیار پر پڑھانا مناسب نہیں ہے، اس لئے بعد میں انہوں نے طلبہ کی استعداد کے مطابق تین جماعتیں بنادیں، اور ہمیں دوسری جماعت میں شامل فرمادیا۔ اس غرض کے لئے تین مزید شامی اساتذہ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ استاذ احمد الاحمد، استاذ عبدالحمید ہاشمی اور استاذ یاسین الحلو۔ استاذ یاسین الحلو سے تو ہمیں استفادے کی نوبت نہیں آئی، کیونکہ وہ ہم سے اوپر کی جماعت کو پڑھایا کرتے تھے۔ لیکن استاذ احمد الاحمد اور استاذ عبدالحمید الہاشمی کے دروس سے ہم نے خوب خوب فائدہ اٹھایا۔

استاذ احمد الاحمد بڑے سنجیدہ رہتے تھے۔ ایک مرتبہ دارالعلوم میں کسی مہمان کی آمد کے موقع پر اُنہوں نے مجھ سے کہا کہ تم اس جلسے میں عربی میں تقریر کرو۔ اس کیلئے انہوں نے ہی مجھے تقریر لکھنے کو کہا۔ میں نے الٹے سیدھے الفاظ میں چند جملے لکھکر انہیں دکھائے جن کے شروع میں اپنی کم علمی اور قلت بضاعت (کم مائیگی) کا ذکر بھی کیا تھا۔ انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ "قلتِ بضاعت" والی باتیں چھوڑ دو، یہ باتیں کسی خطیب کو احساس کمتری میں مبتلا کرکے تقریر کو پھیکا بنادیتی ہیں۔ پھر انہوں نے خود تقریر لکھکر مجھے دی، اور فرمایا کہ اسے یاد کرلو۔ میں نے یاد کرلی تو اُنہوں نے فرمایا: "اب مجھے تقریر کرکے دکھاؤ کس طرح کروگے؟"، میں نے اپنے دیسی انداز میں حفظ کی ہوئی تقریر پڑھنی شروع کردی۔ انہوں نے مجھے ٹوکا، اور کہا کہ تقریر اس طرح نہیں کی جاتی۔ آؤ، میرے ساتھ کھڑے ہو۔ پھر اُنہوں نے اپنا دایاں پاؤں آگے اور بایاں پاؤں کچھ پیچھے رکھکر کہا کہ "اس طرح کھڑے ہو" اس سے اپنے اندر خوداعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ اُس کے بعد وہ ایک ایک جملہ مجھ

سے کہلواتے، اور پھر کہتے: "یوں نہیں اس طرح کہو" اور پھر وہ وہی جملہ قدرے گرج دار آواز میں کہتے، اور جب تک میری آواز اور لہجے میں مطلوبہ ٹھہراؤ یا گرج پیدا نہ ہوجاتی، وہ مجھ سے ایک ہی جملہ بار بار کہلواتے رہتے۔ اس طرح انہوں نے تقریر کرنے کی پوری مشق کرائی، اور میں نے ان کی ہدایات کے مطابق جلسے میں تقریر کی، تو اُنہوں نے مجھے خوب شاباش دی۔

دوسری طرف استاذ عبدالحمید ہاشمی بڑے خوبصورت، ہنس مکھ اور طرح دار نوجوان تھے۔ وہ اپنا کوئی سبق لکھکر نہیں لاتے تھے۔ بلکہ وہ طلبہ سے خوش طبعی کی باتیں اور ہنسی مذاق کرکر کے عربی سکھایا کرتے تھے۔ کبھی کبھی تختۂ سیاہ پر چاک سے کوئی آیت قرآنی، کوئی حدیث یا کوئی ادبی عبارت لکھ دیتے، اور اُس کے ادبی اسرار ورموز ہمیں بتایا کرتے، کبھی کسی شعر کی تشریح فرماتے، اور عربی تلفظ کی بھی خوب مشق کراتے تھے۔ سبق کے دوران وہ کسی طالب علم کو اپنے ساتھ کھڑا کرلیا کرتے تھے۔ اور تختۂ سیاہ پر جو عبارت لکھی ہے، اُس سے اُس عبارت کے بارے میں سوالات کرتے، اور ساتھ ساتھ طرح طرح کے لطیفے سُناتے رہتے، یا اُسی طالب علم کے ساتھ مذاق کرتے رہتے۔

ایک مرتبہ وہ غالبًا " تنافر حروف " کا مطلب سمجھا رہے تھے کہ جملے میں ایک جیسے حروف اس طرح جمع نہیں کرنے چاہییں جن کی ادائیگی دشوار ہوجائے۔ اس کی مثال میں انہوں نے ایک دیہاتی مچھلی پکڑنے والے کے بارے میں بتایا کہ اُس کی مقامی زبان میں چھوٹی کشتی کو "ککک " کہتے تھے، جو تین " کاف " کا مجموعہ ہے۔ ایک مرتبہ وہ اپنی کشتی میں سوار ہوکر مچھلی پکڑنے نکلا، تو دیکھا کہ ایک اور شخص اُسی جیسی کشتی میں سوار مچھلی پکڑنے کے لئے دریا میں جال ڈالے ہوئے ہے۔ اُس موقع پر اُس نے دوسرے شخص سے خطاب کرتے ہوئے دو شعر کہے:

یا راکباً فی کَکَکِک   وصائداً فی شَرَکِک

کَکَکُکَ کَکَکَکِی   وکَکَکِی کَکَکَکِک

---

(۱) ۔۔۔ (اے اپنی کشتی میں سوار ہونے والے، اور اپنے جال سے شکار کرنے والے!
تیری کشتی میری کشتی جیسی ہے، اور میری کشتی تیری کشتی جیسی ہے)

سولہ "کاف" پر مشتمل یہ شعر انہوں نے چاک سے تختۂ سیاہ پر لکھ کر طلبہ کو دعوت دی کہ اُسے پڑھیں۔ طالب علم اُسے پڑھنے میں بار بار اٹکتے، اور دوسرے ہنس ہنس کر دوہرے ہوجاتے۔

غرض اُن کا درس بڑا رنگا رنگ اور دلچسپ ہوتا تھا، اور ہمیں اُن کے درس کا انتظار لگا رہتا تھا۔ ایک دن اُنہوں نے اپنی مٹھی بند کر کے طلبہ کو چیلنج دیا کہ جو کوئی میری یہ مٹھی کھول دیگا، میں اُسے انعام دوں گا۔ جماعت میں بڑے بڑے قدآور اور مضبوط لوگ موجود تھے۔ سب نے باری باری زور لگا کر اُن کی مٹھی کھولنے کی کوشش کی، مگر کوئی کامیاب نہ ہوا۔ آخر میں ہمارے ایک ہم سبق ساتھی مولانا عبدالرزاق مرادآبادی (رحمۃ اللہ علیہ، جو بعد میں مدینہ منورہ ہجرت کر گئے تھے، اور وہیں ان کی وفات ہوئی) بڑے قوی ہیکل نوجوان تھے، اور انہوں نے کسی سے ہار ماننا سیکھا ہی نہیں تھا، وہ بڑے دعویدار انداز میں آگے بڑھے، اور اُنہوں نے زور لگانا شروع کیا۔ استاذ اور شاگرد دونوں کے چہرے کا رنگ زور لگانے کی وجہ سے سرخ ہو رہا تھا، (اور اُس سرخ چہرے میں استاذ اور زیادہ خوبصورت نظر آرہے تھے) لیکن مٹھی اُن سے بھی نہ کھل سکی۔ آخر کار استاذ نے کہا: "چلو میں تمہاری تھوڑی سی مدد کرتا ہوں۔" اور یہ کہکر انہوں نے اپنی بھنچی ہوئی انگلیوں میں تھوڑا سا اتنا فاصلہ پیدا کرلیا کہ وہ قدرے ڈھیلی پڑ گئیں، اور بند انگلیوں کے درمیان اتنی جگہ بن گئی کہ کوئی اُن کے بیچ میں اپنی انگلی داخل کرسکتا تھا۔ انہوں نے عبدالرزاق صاحب سے کہا کہ "اگر آپ اس میں اپنی ایک انگلی داخل کرلیں تو شاید اُس کی مدد سے آپ کیلئے مٹھی کھولنا آسان ہو، چنانچہ عبدالرزاق صاحبؒ نے جھٹ اپنی انگلی اندر داخل کرلی۔ لیکن جونہی انگلی اندر گئی، استاذ نے اپنی انگلیوں کو زور سے مزید بھینچ دیا، اور اُن کی انگلی درمیان میں پھنس کر رہ گئی۔ اب عبدالرزاق صاحبؒ ان کی مٹھی تو کیا کھولتے؟ اُن کو خود اپنی پھنسی ہوئی انگلی کے لالے پڑ گئے۔ اب وہ ہیں کہ انگلی بیچ سے نکالنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، اور پوری جماعت ہنسی سے دوہری ہوئی جارہی ہے۔ آخر مولانا عبدالرزاق صاحبؒ کو شکست کا اعتراف کرنا پڑا، اور پھر استاذ نے اُن کی انگلی کو رہائی بخشی۔ غرض وہ اس طرح طلبہ کو ہنسا ہنسا کر مختلف حالات سے متعلق عربی محاورے اور بول چال کا انداز سکھایا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں استاذوں کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ انہوں نے ہماری جماعت میں عربیت کا ذوق پیدا کرنے میں ناقابل فراموش حصہ لیا۔ آج جب مجھے عرب ممالک میں عربوں سے گفتگو یا تقریر و تحریر کی نوبت آتی ہے، تو عموماً لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا آپ نے مصر یا سعودی عرب میں پڑھا ہے؟ اور جب میں یہ جواب دیتا

ہوں کہ میری تمام تر عربی اور دینی تعلیم صرف اور صرف دارالعلوم کراچی میں ہوئی ہے، تو لوگ تعجب کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عربی تحریر وتقریر سے جو مناسبت بھی عطا فرمائی، اُس کا پہلا سبب تو ہمارے استاذ گرامی شیخ الحدیث حضرت مولانا سحبان محمود صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کی تعلیم وتربیت تھی کہ انہوں نے ہمیں عربی کے صرف قواعد ہی کی تعلیم نہیں دی، بلکہ عربی لکھنے کی مشق پر بھی بہت زور دیا، اور دوسرا سبب یہ دو شامی استاذ تھے جو ہر روز کسی نہ کسی ادبی عبارت کے ادبی پہلوؤں پر بات کرتے، اور اُسی کی بنیاد پر عربی تقریر وتحریر کی مشق کراتے تھے۔

شروع میں ان حضرات کا درس دارالعلوم نانک واڑہ ہی کے ایک ہال میں ہوتا تھا، بعد میں سول ہسپتال کے سامنے ایک اسکول میں منتقل ہوگیا تھا، اور ہم عصر کے بعد وہاں جا کر تقریباً ایک گھنٹہ ان کے درس میں شریک ہوتے تھے۔

اس سال میرے سالانہ امتحان کا نتیجہ یہ رہا جو دارالعلوم کی روداد بابت رمضان ۱۳۷۳ء تا شعبان ۱۳۷۴ء مطابق مئی ۱۹۵۴ء تا اپریل ۱۹۵۵ء میں چھپا ہوا ہے:

قدوری:۴۷، کافیہ:۵۰، نفحۃ العرب:۵۳، تیسیر المنطق:۴۵، البلاغۃ الواضحۃ:۵۰، النحو الواضح:۵۰ مرقات:۴۵، اوسط:۴۸، درجۂ اولیٰ اور نفحۃ العرب میں اول۔

وضاحت

البلاغ رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ (جون ۲۰۱۸ء) کے شمارے میں ص:۳۴ پر اوپر سے تیسری میں "حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ" کا نام نامی آنا چاہئے تھا مگر غلطی سے "حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ" کا اسم گرامی لکھا گیا ہے۔ قارئین سے اس جگہ "حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ" تحریر فرمالینے کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معارف السنۃ

محمود اشرف عثمانی

صلاۃ الحاجۃ (نمازِ حاجت)

اور پریشانی کے وقت کی مسنون دعائیں

تمہید: قرآنِ مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: يُرِيْدُ اللّٰهُ أَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفاً " اللہ چاہتا ہے کہ تم پر بوجھ ہلکا رکھے اور انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے "(سورۃ النساء آیت: ۲۸) جو حقیقت قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے وہ قدم قدم پر ہمیں نظر آتی ہے خود ہر انسان کو بشرطیکہ وہ عقل اور فکر رکھتا ہو۔ مشاہدہ ہوتا رہتا ہے کہ ساری چیزیں میرے اختیار میں نہیں حتیٰ کہ انسان کے اپنے اندرونی اعضاء اور بیرونی اعضاء کی بھاری تعداد اس کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتی اس لئے غذا، دواء علاج، مدد کے ذریعہ انسان اپنی حاجتیں پوری کرنے کی کوشش کرتا ہے، کچھ حاجتیں پوری ہوجاتی ہیں جن پر شکر واجب ہے اور کچھ حاجتیں کوشش کے باوجود پوری نہیں ہوتیں ان پر صبر لازم ہے اور اسی شکر اور صبر سے انسان کے روحانی درجات بلند ہوتے ہیں اور ایمان کی ترقی نصیب ہوتی ہے۔

جو حاجتیں سامنے آرہی ہوں انہیں پورا کرنے کے لئے شریعت نے جائز اسباب اختیار کرنے کی اجازت دی ہے، انہی اسباب پر دنیا قائم ہے اور اسی لئے دنیا کو "دارالاسباب" کہا جاتا ہے۔ مگر تمام اسباب میں سب سے مقدم اور سب سے پہلے "دعا" ہے کہ آدمی اسباب اختیار کرنے سے پہلے، ورنہ اسباب اختیار کرتے وقت "مسبب الاسباب" اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف ضرور رجوع کرے، اُس سے دعا مانگے، اپنی حاجت اس سے طلب کرے اور پھر جائز اسباب اختیار کرکے وہ حاجت پوری کرنے کی کوشش کرے، اسے ہی "توکل" کہا جاتا ہے کہ اسباب پر بھروسہ نہ کیا جائے بلکہ اسباب اختیار کرنے سے پہلے یا اسباب اختیار کرتے وقت مسبب الاسباب اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے عجز ونیاز کے ساتھ درخواست کی جائے کیونکہ خالق اور مالک وہی

ہے اور تمام اسباب اسی کے بنائے ہوئے اور اُسی کے قبضہ میں ہیں۔"دعا" کا یہ اہتمام "عبد غیب" اور مؤمن کامل کی خاص پہچان ہے۔دعا سے حاجت پوری ہوتی ہے اور حاجت نہ بھی پوری ہو تو دُعا جو عبادت کا مغز ہے اس کا پورا ثواب ملتا ہے۔یعنی نفلی عبادات سے بھی بڑھ کر اصلی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔پھر دعا وضوء کے ساتھ بھی ہوسکتی ہے اور بغیر وضوء بلکہ بغیر غسل کے بھی ہوسکتی ہے، البتہ اگر انسان وضوء کر کے دو رکعت نماز نفل ادا کرے پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے تو وہ نماز حاجت کہلاتی ہے۔اس کا ثواب عام دعا کے ثواب سے کہیں زیادہ ہے اور قبول ہونے کی امید بھی بہت زیادہ ہے۔

نماز حاجت: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی پریشانی ہوتی تو آپ جلدی سے نماز کی طرف تشریف لے جاتے۔

(قال الملا علی قاری ولما ورد أنه علیه الصلاة والسلام کان اذاحزبه أمر فزع الی الصلاة . مرقاة ص ۳۵۵ ج ۳ باب عیادة المریض)

لہٰذا دعا کی افضل ترین صورت یہ ہے کہ دو رکعت نماز حاجت (نفل) کی نیت سے پڑھے اور پھر اپنی حاجت کے لئے دعا کرے۔جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن أبي أوفی أسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

(ا)۔۔۔قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَتْ لَہٗ اِلَی اللّٰہِ حَاجَۃٌ ، أَوْ اِلٰی أَحَدٍ مِنْ بَنِیْ آدَمَ فَلْیَتَوَضَّأْ وَلْیُحْسِنِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ لْیُصَلِّ رَکْعَتَیْنِ ، ثُمَّ لْیُثْنِ عَلَی اللّٰہِ ، وَلْیُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لْیَقُلْ :

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت ہو یا بنو آدم میں سے کسی سے کوئی کام ہو تو وہ وضوء کرے اور اچھا وضوء کرے (یعنی سنت کے مطابق وضوء کرے) پھر دو رکعت نماز ادا کرے، پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر یہ کہے:

"لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ ، سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، أَسْأَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ ، وَالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ

بِرٍّ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ ، لاتَدَعْ لِيْ ذَنْباً اِلَّا غَفَرْتَهُ، وَلاَ هَمًّا اِلَّافَرَّجْتَهُ وَلاَ حَاجَةً هِيَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ "(وقال الترمذی رحمه الله تعالیٰ هذا حديث غريب وفی اسناده مقال)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بُرد بار کرم فرمانے والا ہے، میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں جو عرش عظیم کا پروردگار ہے، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو جہانوں کا پروردگار ہے، اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اُن چیزوں کا جو آپ کی رحمت کو مجھ پر واجب کردیں اور ان کاموں کا جن کے ذریعہ آپ کی مغفرت مجھ پر پکی ہوجائے، ہر نیکی کی غنیمت مانگتا ہوں، ہر گناہ سے سلامتی چاہتا ہوں، میرا کوئی گناہ نہ چھوڑیں مگر آپ اسے بخش دیں، ہر پریشانی مجھ سے دور کردیں، اور میری ہر وہ حاجت جس میں آپ کی رضا ہو وہ پوری کردیں یاارحم الراحمین۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، مشکوۃ۔ مرقاۃ ص۲۱۳ ج۳)

اس روایت میں نماز حاجت اور اس کے بعد کی دعا سکھائی گئی ہے البتہ اس روایت اور دوسری روایات کے مطابق اس میں ان چیزوں کا خیال رکھے:

۱۔۔وضوء اچھی طرح کرے یعنی سنت کے مطابق وضوء کیا جائے

۲۔۔نماز خشوع خضوع سے ادا کی جائے۔

۳۔۔نماز کے بعد پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی جائے جس کے لئے مختلف کلمات عربی یا اپنی زبان میں اختیار کئے جاسکتے ہیں۔حمد کے معروف کلمات یہ ہیں، ان میں سے کوئی یا سب پڑھ سکتے ہیں۔

(الف).. سُبْحَانَکَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلاَ اِلٰهَ غَيْرُکَ .

(ب).. اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا دَائِمًا مَعَ دَوَامِکَ ، وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا خَالِدًا مَعَ خُلُوْدِکَ وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا لَا مُنْتَهٰی لَهُ دُوْنَ مَشِيْئَتِکَ وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا لَايُرِيْدُ قَائِلُهُ اِلَّا رِضَاکَ وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا عِنْدَ كُلِّ طَرْفَةِ كُلِّ عَيْنٍ وَتَنَفُّسِ كُلِّ نَفْسٍ .

(ج)... رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًاطَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ .

(د)... رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وِمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَابَیْنَھُمَا وَمِلْءَ مَاشِئْتَ مِنْ شَیْئٍ بَعْدُ، حمد کے ان مختلف کلمات میں جو پڑھ سکیں پڑھیں۔

۴۔۔۔اس کے بعد درود شریف پڑھیں عام نماز والا درود جو درود ابراہیمی کے نام سے معروف ہے بہتر اور آسان ہے۔

۵۔۔۔اس کے بعد یہ دعائے حاجت جو حدیث شریف میں نقل کی گئی ہے۔ دل سے مانگیں اور بہتر ہے کہ ایک سے زائد تین مرتبہ اسے دل سے مانگیں۔

(۲) اگر مسنون عربی کی یہ دعائے حاجت یاد نہ بھی ہو تو بھی حاجت کی نیت سے دو رکعت نماز نفل (نماز حاجت) پڑھ کر اپنی زبان میں دعا کی جائے تو قبولیت کی بہت زیادہ امید ہوتی ہے۔ معروف صحابی سیدنا حضرت ابوالدرداء، رضی اللہ عنہ، کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا لوگوں کو میری یہ حالت بتادو، گھر میں پہلے ہی بڑا مجمع تھا جو عیادت اور زیارت کے لئے آیا ہوا تھا۔ پھر حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا میری چارپائی باہر لے چلو، پھر فرمایا مجھے سہارا دے کر بٹھا دو، جب بیٹھ گئے تو فرمایا اے لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے:

مَنْ تَوَضَّأَ فَأَ سْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ صَلَّی رَکْعَتَیْنِ یُتِمُّھُمَا أَعْطَاہُ اللّٰہُ مَاسَأَلَ مُعَجَّلًا أَمْ مُؤَخَّرًا . قَالَ اَبُوالدَّرْدَاءِ یَا اَیُّھَا النَّاسُ ، اِیَّاکُمْ وَالْاِلْتِفَاتَ ، فَاِنَّہُ لَاصَلَاۃَ لِلْمُلْتَفِتِ ،فَاِنْ غُلِبْتُمْ فِیْ التَّطَوُّعِ فَلَا تُغْلَبُنَّ فِیْ الْفَرِیْضَۃِ . (غایۃ المقصد فی زوائد المسند ۱/ ۳۲۰) وبمثل ذلک فی مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ۲/ ۲۷۸).

کہ جس نے وضو کیا اور مکمل وضو کیا پھر اطمینان سے دو رکعتیں مکمل کیں پھر اللہ تعالیٰ سے مانگا تو اللہ تعالیٰ اس کی مانگی ہوئی چیز عطا کرے گا کبھی فوری طور پر کبھی بعد میں پھر حضرت ابوالدرداء نے فرمایا اے لوگو! نماز میں اِدھر اُدھر توجہ نہ کرو کیونکہ ایسا کرنے والے کی نماز مکمل نہیں ہوتی اور اگر نفلوں میں یہ غلطی ہو تو کم از کم فرض نماز میں یہ غلطی نہ کرنا۔

نماز حاجت بمع دعائے توسّل

توسّل کا مطلب وسیلہ یا واسطہ بنانا ـــــ واضح رہے کہ قرآن وحدیث کی تقریباً ساری ماثور دعائیں بغیر

توسّل کے ہیں، اس لئے ماثور اور مسنون دعائیں اسی طرح مانگنی چاہییں جس طرح وہ قرآن وحدیث میں وارد ہوئی ہیں اور ہر دعا یا ہر روز وسیلہ کے ساتھ دعا مانگنا مناسب نہیں کیونکہ اس طرح کا طریقہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں، البتہ کبھی کبھار اگر آدمی وسیلہ کے ساتھ دعا مانگ لے تو وہ بھی ناجائز نہیں بلکہ ثابت ہے۔ پھر توسّل کی تین صورتیں ہیں:

ا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ، مغفرت واسعہ اور قدرت عامہ کا واسطہ دے کر دعا کی جائے کہ "یا اللہ یا ارحم الراحمین آپ کو آپ کی رحمت کاملہ کا واسطہ، آپ میرا یہ کام کردیں" تو یہ بالکل جائز ہے۔ یہ صفات باری تعالیٰ کے ذریعہ استغاثہ ہے اور اس کے جائز بلکہ مستحب ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

۲۔ اپنے کسی عمل صالح کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا کہ "یا اللہ اگر میں نے فلاں کام آپ کی رضا کے لئے کیا تھا تو یا اللہ اس کی برکت سے یہ مصیبت مجھ سے دور فرما دے"۔ یہ بھی جائز ہے اور ایک مستند صحیح حدیث سے ثابت ہے جسے "حدیث الغار" کہا جاتا ہے کہ تین آدمی بارش سے بچنے کے لئے ایک غار میں داخل ہوئے تو لینڈ سلائیڈنگ کی وجہ سے ایک بھاری چٹان آکر گری اور غار کا منہ بند ہوگیا، جب باہر نکلنے کی کوئی صورت نہ نظر آئی تو ان تینوں نے یکے بعد دیگرے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ میں نے فلاں نیکی کی تھی اگر آپ جانتے ہیں کہ وہ نیکی میں نے صرف آپ کے لئے کی تھی(۱) تو یا اللہ ہمارا راستہ کھول دے، یکے بعد دیگرے تینوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے نیک عمل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے وہ چٹان ہٹادی، یہ تینوں باہر نکل آئے اور ان کی جان بچ گئی۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن حبان، طبرانی، مسند احمد، ابوعوانہ وغیرہ)

---

(۱) وفی فتح الباری: فليدع كل رجل منكم بما يعلم أنه قد صدق فيه، وفي رواية موسى بن عقبة" انظروا أعمالا عملتموها صالحة لله"، ومثله لمسلم، وفي رواية الكشميهني "خالصة أدعو الله بها" ومن طريقه في البيوع "أدعو الله بأفضل عمل عملتموه"، وفي رواية سالم " انه لاينجيكم الا ان تدعوا الله بصالح أعمالكم"، وفي حديث أبي هريرة وانس جميعا... " أدعو الله بأوثق أعمالكم"، وفي حديث عليّ عند البزار "تفكروا في أحسن أعمالكم فادعوا الله بها. راجع فتح الباری ص ۵۰۷ ج ۶.

اس روایت سے واضح ہے کہ انسان اپنے کسی نیک عمل کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرسکتا ہے، ایسا عمل جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا گیا ہو اور اس کی بارگاہ میں مقبول ہو۔

۳۔ توسّل کی تیسری صورت یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے وقت اللہ تعالیٰ کے کسی ایسے متقی بندے کا واسطہ دے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہو اور جس نے اپنی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے لگائی ہو۔ مثلاً نبی علیہ السلام کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے یا کسی صحابی کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نمازِ استسقاء میں دعا کی اور فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا فَتَسْقِنَا ، وَاِنَّانَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا(رواہ البخاری مشکوۃ المصابیح)

اے اللہ ہم آپ کو اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وسیلہ دیتے تھے تو آپ بارش برساتے تھے، اب ہم آپ کو نبی علیہ السلام کے چچا (سیدنا حضرت عباسؓ) کا واسطہ دیتے ہیں، ہم پر بارانِ رحمت نازل فرما۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۳۳۹ ج ۳)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامّی کے وسیلہ سے دعا کرنے والی حدیث وہ ہے جو سنن ابن ماجہ، جامع ترمذی اور جامع کبیر طبرانی میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی اچھا (سنت کے مطابق) وضوء کرکے دو رکعت نمازِ نفل ادا کرے اور پھر یہ دعا مانگے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُکَ وَأَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضیٰ لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ.

اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور محمد نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری ہوجائے، یا اللہ ان کی شفاعت کو میرے بارے میں قبول فرمالے۔

جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا کہ توسّل کی یہ تینوں صورتیں جائز ہیں، لیکن قرآن حدیث کی تقریباً ۹۹ فیصد دعائیں بغیر توسل کے ہیں، اس لئے اُن مسنون دعاؤں کا اہتمام کرنا ہی سنت کے مطابق ہے، البتہ توسّل کی پہلی صورت جس میں اللہ تعالیٰ کی صفاتِ جلال وجمال کا واسطہ دے کر دعا کی جاتی ہے وہ توسّل کی

سب سے بہتر صورت ہے، وہ بے غبار ہے اور مختلف احادیث سے اس کا ثبوت ہے۔

مصیبت اور حاجت کے وقت قرآن کریم کی اہم دعائیں

۱۔۔ لَاإِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ.

اے اللہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ کی پاکی بیان کرتا ہوں، بے شک میں ہی ظالموں میں سے تھا۔

یہ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۸۷ کی قرآنی دعا ہے کہ جب سیدنا یونس علیہ السلام بڑی مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے اور سمندر کی تاریکی، پیٹ کی تاریکی اور رات کی تاریکیوں میں گھرے ہوئے تھے تو انہوں نے یہ دعا مانگی اور اللہ تعالیٰ نے آیت: ۸۸ میں فرمایا ہے:

"تو ہم نے ان کی دعا قبول کی، اور انہیں گھٹن سے نجات دی اور ہم اسی طرح مؤمنوں کو نجات دیتے ہیں"۔ (الانبیاء: ۸۸)

اور ترمذی، نسائی اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ جو مسلمان بھی اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائیں گے۔(۱) لہٰذا پریشانی اور مصیبت کے وقت اس دعا کا ورد کرنا بہت مجرب ہے۔

۲۔۔۔ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ. (الانبیاء: ۸۳)

مجھے یہ تکلیف پہنچ گئی ہے اور آپ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

یہ سیدنا ایوب علیہ السلام کی دعا ہے کہ جب ان پر ظاہراً طرح طرح کی تکلیفیں آئیں، اہل خانہ جدا ہوگئے، مال اولاد نہ تھے، بیماری شدید تھی، اس وقت سیدنا ایوب علیہ السلام نے یہ دعا مانگی تھی جو اوپر ذکر کی گئی، آگے قرآن کریم کی آیت ۸۴ میں ارشاد ہے:

"تو ہم نے ان کی دعا قبول کرلی، ان کی تکلیف ان سے دور کردی اور اپنی طرف سے رحمت کے ساتھ ہم نے انہیں ان کے اہل خانہ اور دوسرے لوگ عطا کردیئے اور یہ عبادت کرنے والوں کے لئے یادگار سبق ہے

---

(۱)۔قبولیتِ دعا میں کبھی وہی چیز مل جاتی ہے جو مانگی تھی، کبھی اس سے بہتر دوسری چیز دے دی جاتی ہے اور کبھی آخرت کے لئے اسے ذخیرہ کردیا جاتا ہے۔

لہٰذا پریشانی کے وقت اس دعا کا ورد کرنا بھی بہت مفید ہے:

۳۔۔۔حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ (آل عمران:۱۷۳)

ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

غزوۂ احد میں شکست کے بعد جب کافروں کے دوبارہ حملہ آور ہونے کی اطلاع آئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے یک زبان ہوکر فرمایا "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ" اگلی آیت ۱۷۴ میں ارشاد ہے کہ:

وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کا فضل لے کر واپس پلٹے اور انہیں کوئی تکلیف پیش نہیں آئی " (آل عمران:۱۷۴)

لہٰذا پریشانی اور تکلیف خصوصاً اجتماعی مصیبت کے وقت اس کلمہ کا ورد کرنا بہت نافع اور مفید ہے۔

نوٹ: البتہ ان سب کلمات کا ورد کرتے وقت ان کلمات کا معنی ذہن میں رکھنا چاہئے اور ورد دعا کی طرح ہو یعنی اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی کیفیت دل میں رہنی چاہئے ــــ یہ نہ ہو کہ زبان پر کچھ ہو اور دل میں کچھ اور۔

۴۔۔ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

مجھے اللہ کافی ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرشِ عظیم کا پروردگار ہے۔ (سورۃ التوبۃ آیت:۱۲۹)

یہ دعا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھائی ہے کہ اگر یہ لوگ آپ سے منہ پھیر لیں تو آپ یہ کلمہ کہیں ــــ معلوم ہوا کہ پریشانی، تنہائی کے وقت، نیز اچھی خواہشات پوری نہ ہونے کی وجہ سے دل پر بوجھ ہو تو ان کلمات کا ورد کرنا اکسیر ہے۔

معروف صحابی سیدنا حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جو شخص صبح اور شام یہ آیتیں سات سات مرتبہ پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سارے کام آسان فرمادیتے ہیں۔ (قرطبی، تفسیر معارف القرآن ص ۴۹۶ ج ۴)

مصیبت اور حاجت کے وقت حدیث شریف کی اہم دعائیں

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس، رضی اللہ عنہما، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصیبت، تکلیف پریشانی کے وقت یہ کہا کرتے تھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ ، لَاۤاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ. (صحیح بخاری، باب الدعاء عند الکرب)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عظمت والا ہے، بُردبار ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے اور عظمت والے عرش کا پروردگار ہے۔

۲۔ اور صحیح بخاری کی دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ ، لَاۤاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ (حوالہ مذکورہ بالا)

۳۔ سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داؤد میں حضرت اسماء بنت عمیس، رضی اللہ عنہا، کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیف اور پریشانی کے وقت مجھے یہ کلمات سکھائے اور معجم کبیر اور شعب الایمان کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جسے کوئی پریشانی ہو یا غم ہو یا بیماری ہو یا تکلیف ہو اور وہ یہ کلمات پڑھتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی دور کردے گا۔ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّي لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا

اللہ! اللہ میرا پروردگار ہے میں اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتا۔

نوٹ: دعا نمبر ۱، نمبر ۲ اور نمبر ۳ میں جو کلمات حدیث شریف سے ثابت شدہ نقل کئے گئے ہیں ان میں دیکھنے میں کوئی دعا نظر نہیں آتی لیکن ان کلمات مبارکہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اصل بات مصیبت میں اللہ تعالیٰ کو پکارنا ہے، جیسے بچہ امّی امّی کہکر پکارتا رہتا ہے اور روتا رہتا ہے کچھ اور نہیں کہہ پاتا، اسی طرح مصیبت پریشانی کے وقت بندہ کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو پکارتا رہے، یہ پکارنا بذات خود بڑی عبادت ہے اور تقرب الی اللہ کا اہم ترین ذریعہ ہے۔

۴۔۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے کوئی پریشانی یا غم پیش آجائے تو اسے یہ کہنا چاہئے، جو بندہ یہ کہے گا، اللہ تعالیٰ اس کے غم کو خوشی سے بدل دے گا، صحابہؓ نے عرض کیا ہم یہ آگے سکھا سکتے ہیں فرمایا ہاں یہ کلمات سکھاؤ:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ ، فِیْ قَبْضَتِکَ ، نَاصِیَتِیْ بِیَدِکَ ، مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ ، عَدْلٌ فِیَّ قَضَآؤُکَ ، أَسْأَلُکَ بِکُلِّ اسْمٍ ھُوَ لَکَ ، سَمَّیْتَ بِہٖ نَفْسَکَ ، أَوْ اَنْزَلْتَہٗ فِیْ کِتَابِکَ ، اَوْ عَلَّمْتَہٗ أَحَدًا مِنْ خَلْقِکَ ، أَوِاسْتَأْثَرْتَ بِہٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ ، أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِیْمَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ ، وَنُوْرَ بَصَرِیْ ، وَشِفَاءَ صَدْرِیْ ، وَجِلاَءَ حُزْنِیْ وَذَھَابَ ھَمِّیْ (رواہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ ص ۳۰۱ وأخرجہ أحمد فی مسندہ وابن حبان والحاکم فی المستدرک وصححہ والبزّار.)

ترجمہ: اے اللہ میں آپ کا بندہ ہوں اور آپ کے ایک بندہ اور ایک بندی کا بیٹا ہوں، آپ کے قبضہ میں ہوں، میری پیشانی آپ کے ہاتھ میں ہے، مجھ میں آپ کا فیصلہ چلتا ہے، آپ کا فیصلہ عین انصاف ہے، میں آپ سے آپ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہر اس نام کے وسیلہ سے مانگتا ہوں جو آپ نے اپنے لئے رکھا ہے یا آپ نے کتاب اللہ میں اسے ذکر کیا ہے یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے یا آپ نے اپنے علم غیب میں اسے باقی ناموں پر ترجیح دی ہے کہ آپ قرآنِ عظیم کو میرے دل کی بہار بنادیں، میری آنکھوں کا نور، میرے سینہ کی شفا، میرے غم کو دور کرنے والا، اور میری پریشانی کو دور کرنے والا بنادیں۔ (آمین)

۵۔۔۔ حضرت ابوبکرہ (حضرت نفیع بن الحارث) رضی اللہ عنہ، نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مصیبت زدہ آدمی یہ کلمات پڑھے:

اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْ فَلاَ تَکِلْنِیْ اِلیٰ نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ وَأَصْلِحْ لِیْ شَأْنِیْ کُلَّہٗ لَااِلٰہَ اِلاَّ أَنْتَ . (عمل الیوم واللیلۃ ص ۳۰۴ أخرجہ أبوداؤد وابن حبان والبخاری فی الادب المفرد)

نوٹ: پریشانی مستقبل سے متعلق ہوتی ہے جبکہ غم اور رنج کا تعلق ماضی سے ہے ۱۲م

ترجمہ: اے اللہ مجھے صرف آپ کی رحمت سے امید ہے تو آپ ایک پلک جھپکنے کی مقدار بھی مجھے میرے سپرد نہ کیجئے۔ اور میرے سب حالات درست کردیجئے۔ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

۶۔ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ

(اے زندہ، اے آسمان وزمین کو تھامنے والے آپ کی رحمت کے ذریعہ آپ سے فریاد کرتا ہوں) اس مبارک کلمہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنا اور دعا کرنا بھی بہت مفید ہے۔ (حصن حصین)

ان دعاؤں کے علاوہ دن میں ایک بار سورۂ یٰس پڑھنا اور ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنا بھی حاجت پوری کرنے کے لئے مفید ہے۔ اسی طرح چلتے پھرتے لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنا اور استغفار کی کثرت کرنا بھی اکسیر ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہماری دنیا وآخرت کی سب حاجات پوری فرمائے اور ہمیں رضا بالقضاء کی توفیق سے بھی نوازے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کے فیصلوں پر راضی رہنا ایمان ویقین کا اونچا مقام ہے اسی لئے صحابہؓ کی خاص صفت قرآن میں یہ ذکر کی گئی ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے راضی رہتے تھے تو اللہ تعالیٰ بھی ان سے راضی رہتا تھا، رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
نائب رئیس ـــــــ جامعہ دار العلوم کراچی

حضرت ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی، رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وأصحابه أجمعين وعلى كلّ من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين ،أما بعد:

یکم ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ کو عہد حاضر کے عظیم محقق حضرت ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی، رحمۃ اللہ علیہ، ریاض میں وفات پاگئے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ ان شخصیتوں میں سے تھے جن کی نظیریں ہر دور میں گنی چنی ہوا کرتی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو علم وتحقیق کے حوالے سے بڑی عظیم نسبتیں عطا فرمائی تھیں۔ آپ اعظم گڑھ کے معروف شہر، جو، اب مؤ کہلاتا ہے، ۱۹۳۰ء میں پیدا ہوئے اور ابتدائی عربی تعلیم دار العلوم مؤ میں حاصل کرنے کے بعد دار العلوم دیوبند میں زیر تعلیم رہ کر حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی، رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب امروہی، رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مہدی حسن صاحب شاہجہان پوری، رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا فخر الحسن صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ظہور احمد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، جیسے اکابر اساتذہ سے تلمذ کا شرف حاصل کیا اور ۱۳۷۱ھ، ۱۹۵۲ء میں دار العلوم دیوبند ہی سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی، اس کے بعد ۱۹۵۲ء میں وہ جامعہ ازہر مصر تشریف لے گئے اور ۱۹۵۳ء سے ۱۹۵۴ء تک ازہر سے شهادة العالمية مع الإجازة بالتدريس حاصل کی، ایک عرصے تک قطر میں عربی زبان کی تعلیم دیتے رہے، پھر ۱۹۵۶ء میں کیمبرج یونیورسٹی لندن سے پی ایچ ڈی کیا اور کچھ عرصہ قطر میں پبلک لائبریری کے "ان چارج" کی حیثیت میں خدمات انجام دیں۔ اور پھر جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں ۱۹۶۸ء سے ۱۹۷۳ء تک اصول حدیث کے استاذ رہے۔ اور ۱۹۷۳ء سے ۱۹۹۱ء تک جامعۃ الملک سعود، ریاض میں کلیۃ التربیۃ کے تحت مصطلح الحدیث کے پروفیسر اور "ڈین آف فیکلٹی" کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں بیک وقت دار العلوم دیوبند، جامعۃ الأزہر اور متعدد عرب ممالک کی یونیورسٹیوں اور انگریزی میں کیمبرج یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

ڈگریاں بہت سے لوگ حاصل کر لیتے ہیں، لیکن ایسے لوگ کم ہوتے ہیں جو ان ڈگریوں کا صحیح استعمال کر کے دنیا کو وہ فیض پہنچائیں جو دوسرے نہ پہنچا سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ڈاکٹر اعظمی صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کو یہ امتیاز بخشا کہ انہوں نے علم و تحقیق کے میدان میں نئی نئی راہیں نکالیں۔ احادیث کو کمپیوٹرائز کرنے کا تصور سب سے پہلے انہوں نے ہی پیش کیا، اور احادیث کی مختلف کتابیں کمپیوٹرائز کرنے کے علاوہ ان کی تحقیق اور تصحیح کا کام بڑی گہرائی کے ساتھ انجام دیا ہے، اسی کی بنا پر انہیں ۱۹۸۰ء میں حکومتِ سعودی عرب کی طرف سے شاہ فیصل عالمی ایوارڈ دیا گیا۔ اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو یہ توفیق بخشی کہ قرآن کریم کے قدیم ترین مخطوطات کی کھوج لگا کر اُن پر وہ تحقیقی کام کیا جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔ ان کی آخری کتاب جس کا عربی نام " النص القرآني الخالد عبر العصور " (Ageless Quran Timeless Text) ہے، جس میں انہوں نے بعض مستشرقین کے دعوؤں کی تردید کرتے ہوئے تیسری صدی ہجری سے لے کر آج تک کے مختلف مخطوطاتِ قرآن اس طرح جمع کئے ہیں، کہ قرآن کریم کے ہر لفظ کو اُن مخطوطات سے نکال کر ایک لائن میں تمام مخطوطات کے الفاظ ذکر کئے ہیں، کہ ہر صدی میں قرآن کریم کا وہ لفظ اسی طرح لکھا اور پڑھا گیا۔ اگرچہ قرآنِ کریم کا تواتر کسی بھی شک وشبہ سے بالاتر ہے اور اس کی صحت کا ثبوت مخطوطات کا محتاج نہیں۔ لیکن ہر قسم کے کسی معترض پر اتمامِ حجت کیلئے یہ کارنامہ ان شاء اللہ حضرت ڈاکٹر صاحب کے میزانِ حسنات میں لکھا جائے گا، اور ان شاء اللہ رہتی دنیا تک ان کی یہ قرآنی خدمت امت کی رہنمائی کرے گی۔

رمضان ۱۴۲۲ھ میں جب اپنے دوست کی تجویز کے مطابق میرے دل میں تمام احادیث کو جمع کر کے اُن پر عالمی نمبر لگانے کا تصور پیدا ہوا تو میں نے یہ چاہا کہ اس میدان کے دوسرے تجربہ کار حضرات سے بھی مشورہ کیا جائے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی صاحب کا نام سرِ فہرست تھا۔ چنانچہ میری درخواست پر وہ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور اس سلسلے میں جو متعدد اجتماعات ہوئے اُن میں روح رواں کے طور پر شریک ہوئے۔ آخر میں جب اس تجویز پر گفتگو ہونے لگی کہ اس کام کے دو مرکز قرار دئے جائیں، ایک دار العلوم کراچی میں اور ایک قاہرہ میں، تو بندہ بذاتِ خود اس تجویز پر منشرح نہیں تھا، اور اُس پر عمل کیلئے جس بھاری بجٹ کی ضرورت تھی اس کے حصول کیلئے کوشش کرنا بھی اپنے مزاج کے خلاف تھا۔ اس موقع پر ڈاکٹر اعظمی صاحب ہی تھے جنہوں نے پوری قوت کے ساتھ یہ تجویز دی کہ اس کام کو نئے اسکالروں کی تلاش میں پھیلانے سے کام الجھ جائے گا، اور گراں قدر سرمایہ خرچ کرنے کے باوجود منزل دور رہے گی، چنانچہ انہوں نے یہ تجویز کیا کہ اللہ

تعالیٰ کے نام پر یہ کام دارالعلوم کراچی میں وہیں کے فضلاء کے ذریعہ بندے کی نگرانی میں کرایا جائے۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ تجویز ہمارے اکابر کے مزاج کے عین مطابق تھی کہ کام سادگی کے ساتھ کسی تشہیر کے بغیر شروع کردیا جائے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھا جائے۔ چنانچہ الحمد للہ اسی طرح یہ کام شروع ہوا، اور بفضلہٖ تعالیٰ مسلسل آگے بڑھ رہا ہے۔ کام کے دوران میں نے مشورے کیلئے ڈاکٹر صاحب سے رابطہ رکھا۔ اس شعبے کے ناظم مولانا نعیم اشرف صاحب کو ان کی خدمت میں بھیجا تاکہ ان سے مفید مشورے حاصل کرسکیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے شفقت کا معاملہ فرمایا۔

جب المدونة الجامعة کی پہلی جلد بفضلہٖ تعالیٰ تیار ہوئی تو میں نے اس کا ایک نسخہ حضرت ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں حضرت قاری رفیق صاحب (جدہ) کے ذریعہ روانہ کیا، مجھے معلوم تھا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب بہت علیل ہیں۔ الحمد للہ قاری صاحب نے وہ نسخہ حضرت ڈاکٹر صاحب کو پہنچایا جس پر انہوں نے مسرت کا اظہار بھی کیا۔ اس موقع پر میں نے حضرت ڈاکٹر صاحب کو فون کرکے ان کی خیریت دریافت کی۔ ان کی آواز سے نقاہت واضح تھی، اور جب میں نے اُن سے درخواست کی کہ وہ اس جلد پر اپنے تاثرات لکھ سکیں تو ہماری بڑی ہمت افزائی ہوگی، تو اس پر انہوں نے فرمایا کہ اپنی کمزوری کے باوجود میں ایک کام کی تکمیل کرنا چاہتا ہوں، اور جو ان شاء اللہ جلد مکمل ہونے والا ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے موقع دیا تو ان شاء اللہ کچھ لکھوں گا۔ میرا گمان یہ ہے کہ جس کام کا انہوں نے حوالہ دیا یہ وہی قرآنی مخطوطات کا کام تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اُسی کے لئے زندہ رکھا ہوا تھا۔ چنانچہ میری ان سے ٹیلیفون پر اس گفتگو کو چند ہی دن گزرے تھے کہ ان کی وفات کی خبر آ گئی۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔

ڈاکٹر اعظمی صاحب اب ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں۔ لیکن ان شاء اللہ ان کے علمی اور تحقیقی کام امت کیلئے زندہ جاوید ہیں۔ ان تصنیفی اور تحقیقی کاموں کے علاوہ انہوں نے اپنے وطن یعنی مؤ میں بڑی ملی اور سماجی خدمات بھی انجام دیں، جن میں ایک عظیم مسجد کی تعمیر اور دارالعلوم مؤ سے اس کا انتظامی الحاق، نیز اپنی اراضی کا ایک بڑا حصہ دارالعلوم مؤ کیلئے وقف کردینا اور دارالعلوم ایم ایم اعظمی انگلو عربک اسکول کا قیام شامل ہے۔

دل سے دعاء ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت ڈاکٹر اعظمی صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کو اپنے مقاماتِ قرب میں درجات عالیہ عطا فرمائیں اور ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائیں۔ آمین۔

☆☆☆

قربانی کا پہلا قطرہ اور گناہوں کی بخشش

وَعَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا فَاطِمَۃُ قُوْمِیْ فَاشْھَدِیْ اُضْحِیَّتَکِ فَاِنَّ لَکِ بِاَوَّلِ قَطْرَۃٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِھَامَغْفِرَۃٌ لِکُلِّ ذَنْبٍ اَمَّا اَنَّہٗ یُجَاءُ بِدَ مِھَا وَلَحْمِھَا فَیُوْضَعُ فِیْ مِیْزَانِکِ سَبْعِیْنَ ضَعْفًا فَقَالَ اَبُوْسَعِیْدٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ خَاصَّۃً فَاِنَّھُمْ اَھْلٌ لِمَا خُصُّوْا بِہٖ مِنَ الْخَیْرِ اَوْلِاٰلِ مُحَمَّدٍ وَلِلْمُسْلِمِیْنَ عَامَّۃً؟ فَقَالَ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ خَاصَّۃً وَلِلْمُسْلِمِیْنَ عَامَّۃً. (کذا فی الترتیب)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے فاطمہ! جاؤ اپنی قربانی پر حاضری دو، کیونکہ اس کے خون سے جونہی پہلا قطرہ گرے گا تمہارے سارے گناہ معاف ہوجائیں گے نیز وہ جانور (قیامت کے دن) اپنے خون اور گوشت کے ساتھ لایا جائے گا اور پھر اسے ستر گنا (بھاری کرکے) تمہارے میزان میں رکھا جائے گا۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے (یہ عظیم الشان فضیلت سن کر بے ساختہ) عرض کیا یارسول اللہ! کیا یہ (فضیلتِ عظیمہ صرف) آلِ محمد کے ساتھ خاص ہے کیونکہ وہ (واقعۃً) اس کارِ خیر کے زیادہ مستحق ہیں یا آلِ محمد اور تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (یہ عظیم الشان فضیلت) آلِ محمد کے لئے تو بطورِ خاص ہے اور تمام مسلمانوں کے لئے بھی عام ہے (یعنی ہر مسلمان کو بھی قربانی کرنے کے بعد یہ فضیلت حاصل ہوگی)۔ (الترغیب والترہیب)

حضرت مولانا سبحان محمود صاحب، رحمۃ اللہ علیہ
سابق شیخ الحدیث وناظم اعلیٰ جامعہ دارالعلوم کراچی

دعا مانگنے والا محروم نہیں

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ... اما بعد!

مسند احمد اور ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادگرامی منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" ثلثة لا ترد عوتهم ، الصائم حتی یفطر والامام العادل ودعوة المظلوم یفتح له ابواب السماء ، ویقول الرب تبارک وتعالیٰ وعزتی لانصرنک ولو بعد حین"

یعنی تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی ، ایک روزہ دار کی دعا افطار کے وقت تک ، دوسرے عادل بادشاہ اور حاکم کی دعا اور تیسرے مظلوم کی دعا یا بددعا ، مظلوم کی دعا کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس مظلوم سے فرماتے ہیں کہ مجھے میری عزت وجلال کی قسم میں تیری ضرور مدد کروں گا اگرچہ کسی مصلحت کی وجہ سے کچھ دیر ہو جائے۔

اس حدیث میں سب سے پہلے روزہ دار کی دعا قبول کئے جانے کو ذکر کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ روزہ دار کے ساتھ بہت سی خصوصی مراعات اور فضیلتوں کا معاملہ فرماتا ہے جو احادیث کے اندر تفصیل سے موجود ہیں۔ ان میں سے ایک خصوصیت اس کی دعاؤں کے قبول کئے جانے کی ہے جس کو اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ ایسی خصوصیت ہے کہ دنیا وآخرت کی تمام نعمتوں کو اس سے حاصل کیا جاسکتا ہے کیونکہ دعا مومن کا ہتھیار ہے، عبادت کا مغز اور جوہر ہے، دعا نازل شدہ مصیبت میں بھی کارگر ہے اور متوقع مصیبت میں بھی، اور جہاں مادّی وسائل جواب دے جائیں دعا وہاں بھی مؤثر ونافع ہے، اور مادّی وسائل میں بھی، غرضیکہ انسان کی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جہاں دعا سے فائدہ نہ ہوتا ہو، اسی لئے قرآن وحدیث میں کثرت سے دعائیں کرنے کا

حتیٰ کہ معمولی معمولی بات میں بھی دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ اگر تم کو نمک کی ضرورت ہو تو وہ بھی اللہ سے مانگو اور اگر جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ سے مانگو۔

احادیث نبویہ میں دعا کے سلسلہ میں بہت تفصیل آئی ہے، اُن اوقات کی نشاندہی بھی کی گئی ہے جن میں دعا فوراً قبول ہوجاتی ہے، اُن جگہوں کو بیان کردیا گیا ہے جہاں دعا فوراً قبول ہوتی ہے اور ان لوگوں کو بھی ذکر کردیا گیا ہے جن کی دعا فوراً قبول ہوجاتی ہے، چنانچہ مذکورہ حدیث میں ان لوگوں کی نشاندہی کی گئی ہے جن کی دعا قبول ہوتی ہے۔ ان میں ایک روزہ دار ہے کہ اس کی دعا وقت افطار تک قبول ہوتی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کی حالت میں جو دعا مانگی جائے گی وہ قبول ہوگی، دوسری حدیث میں آیا ہے کہ افطار کے وقت جو دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے، ایک روایت میں آیا ہے کہ رمضان کے ہر دن اور رات میں یعنی ہر چوبیس گھنٹے میں ہر مسلمان کی ایک دعا قبول کی جاتی ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ رمضان میں اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کو جو اُس کا عرش اٹھائے ہوئے ہیں، حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی اپنی عبادت چھوڑ دو اور روزہ داروں کی دعا پر آمین کہتے رہو، اور یہ طے شدہ بات ہے کہ جس دعا پر کوئی فرشتہ یا اللہ کا رسول آمین کہدے وہ رد نہیں ہوتی، حدیث کی دوسری روایات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رمضان میں اپنے بندوں کی دعائیں قبول فرماتے ہیں خصوصیت سے روزہ داروں کی دعا دن رات کے اندر مختلف اوقات میں قبول فرماتے ہیں۔ چنانچہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بالخصوص دو وقت رمضان میں ایسے مبارک ہیں کہ جن میں دعا کے رد کئے جانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک روزہ کے افطار کا وقت اور دوسرا آخر شب میں سحری کا وقت کہ ان دونوں وقتوں میں رب کے سامنے ہاتھ پھیلانے والا محروم نہیں رہتا۔ ان دونوں مبارک وقتوں کو ہم کس طرح گزار دیتے ہیں وہ ہر شخص خود جانتا ہے، معمولی توجہ اور تھوڑی سی ہمت کرلینے سے ہم دین و دنیا کی خیر وبرکت حاصل کرسکتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ رمضان کے مبارک اوقات کو بالخصوص ان دونوں وقتوں کو غفلت میں یا واہی تباہی کاموں میں لگا دینا بڑی محرومی کی بات ہے۔ اگر اور کچھ نہ ہوسکے تو سب سے آسان عبادت جس میں سراسر ہمارا نفع ہی نفع ہے، نقصان کا ادنیٰ سا احتمال بھی نہیں یعنی دعا کرنا اس پر عمل کرلیں، یہ عمل آسان اس قدر ہے کہ نہ وضو کی شرط ہے نہ طہارت کی، نہ مسجد کی نہ مصلے کی، نہ وقت کی کوئی پابندی، نہ جگہ کی، جب بندہ چاہے اپنے رب سے مانگ سکتا ہے، اور اس نے قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے جو بہرحال حق ہے۔

لیکن بسا اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ ہم خوب دعائیں مانگتے ہیں لیکن ہمارا مقصود ہمیں نہیں ملتا۔ اس سے بعض اوقات بددلی کی کیفیت پیدا ہوکر مایوسی چھا جاتی ہے اور یہ حالت بڑی خطرناک ہوتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ دعا کے قبول ہونے کا مطلب واضح کیا جائے تا کہ کسی قسم کا شبہ ذہنوں میں باقی نہ رہے۔ چنانچہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روایت میں قبولیت کا مطلب واضح فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ بندہ جب کوئی دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمالیتے ہیں بشرطیکہ وہ دعا کسی گناہ کے کام کی نہ ہو (یعنی اگر کسی گناہ کی دعا کی ہے مثلاً جوئے میں جیتنے کی تو اللہ تعالیٰ ایسی دعا کو قبول نہیں فرماتے) پھر آپ نے ارشاد فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ دعا کی قبولیت تین طرح سے ہوتی ہے، ایک تو یہ کہ جو چیز مانگی تھی وہی مل گئی (اور ہم اسی کو دعا کا قبول ہونا سمجھتے ہیں) دوسرے اس طرح کہ ہماری کسی مصلحت کی وجہ سے مطلوبہ چیز تو نہیں ملتی، لیکن اس دعا کی برکت سے کوئی بڑی مصیبت ہم سے دور کردی جاتی ہے، چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے کہ بندہ اِدھر دعا کرتا ہے اُدھر اُس پر آسمان سے مصیبت نازل ہوتی ہے، دعا اوپر کی طرف جاتی ہے اور مصیبت نیچے آتی ہے، دونوں کی مڈبھیڑ درمیان میں ہوجاتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت تک ان دونوں میں اسی طرح زور آزمائی ہوتی رہے گی، نہ دعا اوپر جاسکے گی اور نہ وہ مصیبت نیچے آسکے گی۔ غور سے دیکھا جائے تو قبولیت کے اس درجہ میں بھی بڑا فائدہ ہے کیونکہ کسی مصیبت کا ہٹ جانا معمولی نعمت نہیں۔ تیسرے اس طرح دعا کی قبولیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی کہ دعا کرنے سے نہ مطلوبہ چیز ملی نہ مصیبت دور ہوئی لیکن ایسی دعا کو اللہ تعالیٰ اپنے اس بندہ کے لئے بصورت اجر وثواب بطور ذخیرہ محفوظ کرتے رہتے ہیں، اور جب قیامت میں اس کو یہ اجر وثواب دیا جائے گا تو اس وقت بندہ تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں ایک بھی دعا پوری نہ ہوئی ہوتی۔ حاصل یہ کہ اگر دعا کرنے کے بعد اپنی مطلوبہ چیز نہ ملے تو ہمیں مایوس نہ ہونا چاہئے اور یہ سوچنا چاہئے کہ ہماری مطلوبہ چیز ہماری مصلحت کے خلاف تھی، اس لئے نہیں دی گئی اور اس دعا کی برکت سے یا تو کوئی بڑی مصیبت دور ہوئی ہے یا آخرت میں ذخیرہ کرلی گئی ہے، بہرحال دعا مانگنے والا محروم نہیں۔

اس بات کو ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہئے کہ بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں جو کچھ منہ سے نکل گیا قبول ہوگیا، بالخصوص رمضان کے مہینہ میں تو ایسے بہت سے اوقات ہیں، لہٰذا اپنی جان کو، اپنی اولاد کو اور اپنے کاروبار وغیرہ کو کوسنا بڑا خطرناک ہے، ممکن ہے کہ اجابت کی گھڑی میں یہ بات نکلی ہو۔ اب جو کچھ نقصان اور

تکلیف سامنے آئے گی وہ نا قابل برداشت ہوگی۔ اس سلسلہ میں خواتین احتیاط سے کام نہیں لیتیں، صبح دیکھیں نہ شام اور دن دیکھیں نہ رات، کوسنے پر آئیں تو خود کو اور اولاد کو بری طرح کوس ڈالیں، اور جب اس کے نتائج سامنے آتے ہیں تو پریشان ہوکر اِدھر اُدھر تدبیریں کرتی پھرتی ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی جانوں کو، اپنی اولاد کو اپنے مال (کاروبار) کو اور اپنے خادموں کو بددعا نہ دیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ بددعا قبولیت کے وقت واقع ہوگئی ہو۔ اب جو مصیبت اٹھائے گا وہ اس بدعا دینے والے کے علاوہ اور کون ہوگا۔ اس لئے اس معاملہ میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، خصوصیت کے ساتھ رمضان میں، اور رمضان میں بھی سحر وافطار کے وقت کسی کو کوسنے اور بددعا کرنے سے بچنا چاہئے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين.

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

چند بڑے گناہ

جُوا کھیلنے کا گناہ

ہر وہ معاملہ جو نفع اور نقصان کے درمیان دائر اور مبہم ہو یعنی جس معاملہ میں آدمی اپنے مال کو داؤ پر لگائے کہ یا تو یہ اپنے مال سے اضافی مال کھینچ لائے گا یا اپنے پاس جو مال ہے وہ بھی چلا جائے گا، شریعت میں اسے "قمار" یعنی "جوا" کہا جاتا ہے، مثلاً دو آدمی آپس میں بازی لگائیں کہ ہم دونوں دوڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے یہ کہتا ہے کہ اگر تو آگے بڑھ گیا تو میں تجھے (مثلاً) ایک ہزار روپیہ دوں گا، اور اگر میں آگے بڑھ گیا تو تم مجھے ایک ہزار روپیہ دو گے۔ یہاں دونوں آدمی اپنے اپنے ہزار روپے داؤ پر لگا رہے ہیں کہ یا تو (جیتنے کی صورت میں) یہ ہزار روپے اپنے ساتھ مزید ایک ہزار روپے لے آئے گا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ (ہارنے کی صورت میں) یہ ہزار روپے بھی چلے جائیں۔ یہ قمار یعنی جُوا ہے۔ جُوا قرآن کریم کی نص کی رُو سے بالکل حرام اور ناجائز ہے۔ قرآن کریم میں سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۹۰) إِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ (۹۱)﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! شراب، جُوا، بتوں کے تھان اور جوے کے تیر یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں، لہٰذا ان سے بچو تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعہ تمہارے درمیان دشمنی اور بغض کے بیج ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے۔ اب بتاؤ کہ کیا تم (ان چیزوں سے) باز آجاؤ گے؟ (آسان ترجمہ قرآن: ۱/۳۶۵)

تشریح

اس آیتِ کریمہ میں جُوے کے چند بڑے بڑے نقصانات بتائے گئے ہیں:

(۱)۔۔۔اول یہ کہ دوسری تین چیزوں کے ساتھ جوے کو بھی "رجس" فرمایا ہے، اور "رجس" عربی زبان میں ایسی گندی چیز کو کہا جاتا ہے جس سے انسان کی طبیعت کو گھن اور نفرت پیدا ہو، اور یہ چاروں چیزیں ایسی ہیں کہ اگر انسان ذرا بھی عقلِ سلیم اور طبعِ سلیم رکھتا ہو تو خود بخود ہی ان چیزوں سے اس کو گھن اور نفرت ہوگی۔

(۲)۔۔۔دوسرے یہ کہ جوا شیطانی کام اور بغض و دشمنی کا سبب ہے۔ اور حقیقت یہی ہے کہ جس طرح شراب کے نشہ میں آدمی سے ایسی حرکتیں صادر ہوتی ہیں جو آپس کے لڑائی جھگڑوں اور جنگ و جدل کا سبب بنتی ہیں اسی طرح جوے کا معاملہ بھی ہے کہ ہارنے والا اگرچہ اپنی ہار مان کر اس وقت نقصان اٹھالیتا ہے مگر اپنے مدمقابل پر اس کو غصہ آتا ہی ہے جو بالآخر عداوت اور دشمنی کا سبب بنتا ہے۔

(۳)۔۔۔تیسرے یہ کہ جُوا، اللہ کے ذکر اور نماز سے غافل کرنے والا اور روکتا ہے، اور جوے میں اللہ کی یاد اور نماز سے غافل ہونا تو ایسا نقصان ہے جو ہماری نظروں کے سامنے ہے، جب کوئی شخص جوا کھیلنے میں لگ جاتا ہے تو گھنٹوں گذر جاتے ہیں لیکن وہ جیتنے کی فکر میں لگا رہتا ہے اور اللہ کے ذکر اور نماز کا اس کے ہاں کوئی موقع ہی نہیں ہوتا، اور اُسے نماز کی طرف ذرا سی بھی توجہ نہیں ہوتی، یہاں تک کہ نماز کا پورا وقت گذر جاتا ہے، اور پھر معلوم نہیں کہ قضا کی توفیق بھی ہوتی ہے یا نہیں؟

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو آدمی دوسرے شخص کو جوے کی دعوت دے کہ آؤ جوا کھیلتے ہیں تو صرف اس دعوت دینے کی وجہ سے بھی اسے چاہئے کہ صدقہ کرے اگرچہ عملاً وہ جوا نہ بھی کھیلے۔ ذیل میں پوری حدیث مع ترجمہ ملاحظہ ہو:

> **عن أبی هريرة . رضی الله عنه . قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم من حلف فقال فی حلفه واللات والعزی فليقل لا اله الا الله ومن قال لصاحبه تعال أقامرک فليتصدق (صحيح البخاری . ۱/ ۳۰۶)**
>
> ترجمہ: حضرت ابوہریرہ، رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنی قسم میں "لات و عزی کی قسم" کہے تو اسے چاہئے کہ وہ لا الہ الا اللہ کہے، اور جو شخص اپنے ساتھی سے یہ کہے کہ آجاؤ جوا کھیلتے ہیں تو اسے چاہئے کہ صدقہ کرے۔

تشریح: یہاں صدقہ کرنے کا حکم اس وجہ سے دیا گیا کہ اُس نے چونکہ جوے کی دعوت دے کر ایک گناہ کا

تکلم کیا، اس لئے اس غلطی کے ازالے اور کفارے کی صورت یہی ہے کہ صدقہ کرے۔ اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جُوا کس قدر بُری چیز ہے کہ انسان اگر عملاً اُس میں مبتلا نہ بھی ہو لیکن زبان سے کسی کو کھیلنے کا کہنا بھی پسندیدہ نہیں۔

ہمارے معاشرہ میں رائج جوے کی چند صورتیں

قمار اور جوے کی حرمت جس قدر تاکید سے قرآنِ کریم میں آئی ہے اور حدیث میں محض زبان سے کہہ دینے کو بھی جرم قرار دیا گیا، افسوس کہ آج مسلمان اس سے اتنے ہی غافل ہیں، گویا قرآن وحدیث میں اس کی ممانعت ہی نہیں ہے، اور زیادہ افسوس اس کا ہے کہ اس میں بہت سے وہ لوگ بھی مبتلا ہیں جو نماز اور روزہ کے اعتبار سے دیندار سمجھے جاتے ہیں۔ اس لئے ذیل میں جوے کی چند صورتیں لکھی جاتی ہیں جو آجکل عموماً رائج ہیں، مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے اور اپنے بچوں کے اعمال کا جائزہ لے کر ان سے بچنے اور بچانے کی فکر کریں۔

گھوڑ دوڑ/ گاڑیوں کی ریس

دو یا دو سے زائد لوگ مل کر پیسے جمع کرتے ہیں اور پھر گھوڑے یا سائیکل/موٹر سائیکل اور گاڑیوں کی ریس کرتے ہیں، جو آدمی جیت جاتا ہے وہ تمام لوگوں کی جمع کردہ رقم لے جاتا ہے، اور ہارنے والا اپنی رقم سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

اخباری معمے

بہت سے اخباروں اور رسالوں میں معمہ کی مختلف صورتیں لکھ کر اشتہار دیا جاتا ہے کہ جو شخص اس کا کوئی حل کر کے بھیجے اور اس کے ساتھ فیس بھی بھیجے تو جن لوگوں کے حل صحیح ہوں گے ان میں سے اُس شخص کو انعام دیا جائے گا جس کا نام لاٹری یا قرعہ اندازی میں نکل آئے۔ یہ بھی جوے کی ایک صورت ہے، کیونکہ ہر شخص اپنی فیس داؤ پر لگا رہا ہے کہ یا تو یہ فیس بھی ضائع ہو جائے گی یا مزید ہزاروں روپے لے کر آئے گی۔

مختلف مالیت کے ڈبوں کی خرید وفروخت

بازاروں میں بند ڈبے فروخت کئے جاتے ہیں، کسی میں مثلاً پانچ روپے کا مال ہوتا ہے، کسی میں دس کا اور کسی میں پچیس روپے کا، اور ان ڈبوں کی ایک قیمت متعین ہوتی ہے، لوگ قسمت آزمائی کے لئے اس کو خرید لیتے ہیں، کسی کو اپنی لگائی ہوئی رقم سے زیادہ مالیت کا مال مل جاتا ہے اور کسی کو اپنی مالیت سے کم کا۔ یہ بھی جوا ہے جو حرام ہے۔

پتنگ بازی اور کبوتر بازی

بعض لوگ پتنگ بازی اور کبوتر بازی پر روپیہ کی ہار جیت کھیلتے ہیں، یہ دونوں کھیل بذاتِ خود ممنوع ہیں،

پھر ان میں روپیہ پیسہ کی ہار جیت دوسرا مستقل گناہ ہے۔

مروجہ انشورنس / بیمہ

انشورنس یعنی بیمہ پالیسی کی وہ تمام صورتیں حرام ہیں جن میں رقم جمع کی جاتی ہے اور حادثہ ہونے پر جمع کردہ رقم سے زیادہ مال ملتا ہے، خواہ زندگی کا بیمہ ہو یا اشیاء کا۔ کیونکہ مروجہ بیمہ (انشورنس) کی بعض صورتیں سود اور قمار (جوا) پر اور بعض صورتیں سُود، قمار (جوا) اور غرر پر مشتمل ہیں، لہٰذا اس سے بچنا لازم ہے۔

البتہ اس کے متبادل کے طور پر "تکافل" کا نظام موجود ہے، لہٰذا اگر کسی کو بیمہ زندگی لینا ضروری ہو تو وہ کسی ایسی تکافل کمپنی سے پالیسی لے سکتا ہے جس کے معاہدات مستند علماء کرام کی زیرِ نگرانی تیار کیے گئے ہوں اور وہ مستند علماء کی زیرِ نگرانی شرعی اصولوں کے مطابق کام کر رہی ہو۔

مرتب: جناب محمد راشد صاحب

حضرت مفتی اعظم، رحمۃ اللہ علیہ، کا شغفِ قرآنی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، قدس سرہ، عام مسلمانوں اور علمی حلقوں میں ایک فقیہ اور مفتی اعظم کے طور پر معروف ہیں۔ جبکہ حضرت مفتی اعظم، رحمۃ اللہ علیہ، کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک اور تفسیری خدمات کیساتھ بھی والہانہ تعلق عطا فرمایا تھا۔ زیرِ نظر مضمون میں حضرت مفتی صاحبؒ کے اسی تعلق کو واضح کیا گیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ادارہ

حضرت عثمان، رضی اللہ عنہ، کی قرآنی خدمت

خلیفۂ سوم حضرت عثمان، رضی اللہ عنہ، کو خدمت قرآن کے حوالے سے جامع القرآن کہا جاتا ہے۔ اُنھوں نے سورتوں کی ترتیب اور مخصوص رسم الخط ایجاد کر کے قراءات متواترہ کو اس میں محفوظ کرنے کا اہم اور منفرد کام سرانجام دیا تاکہ اُمت اختلاف اور افتراق سے محفوظ رہے۔ اُمت پر اُن کا یہ احسان قیامت تک باقی رہے گا۔ اُن کی اس خدمت کا یہ صلہ ہے کہ آل عثمان میں خدمت قرآنی کے اثرات اب تک پائے جاتے ہیں۔ تاریخ میں اس کے بہت سے شواہد موجود ہیں۔ دورِ اخیر میں حضرت شیخ الہندؒ نے ترجمہ و حواشی کا بیڑہ اُٹھایا تو شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ان کی تکمیل کی اور یہ دونوں حضرات آل عثمانی میں سے تھے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اپنی کتاب "میرے والد ماجد" میں تحریر فرماتے ہیں:

"میں نے اپنے خاندان کے بزرگوں سے یہ بات سُنی ہے کہ ہمارا خاندان حضرت عثمانؓ کی اولاد میں سے ہے"۔ اسی آل عثمان کے فیض کا ہی یہ ثمرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی اعظمؒ کو قرآن پاک کیساتھ خصوصی شغف نصیب فرمایا تھا۔ اور اُنھیں عظیم قرآنی خدمات کی توفیق نصیب فرمائی تھی، ذیل میں حضرت مفتی اعظمؒ کے قرآن پاک کیساتھ والہانہ تعلق کو چار مختلف صورتوں میں ملاحظہ کرتے ہیں:

(ا) دروسِ قرآن پاک کا اہتمام

حضرت مفتی اعظم پاکستان نے شروع سے ہی اپنی علمی وتدریسی خدمات کے ساتھ درس قرآن پاک کا بھی سلسلہ قائم رکھا۔ انھیں اپنے مرشد اوّل شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کی وہ نصیحت اچھی طرح ذہن نشین تھی جو انھوں نے مالٹا جیل سے رہائی کے بعد ارشاد فرمائی تھی کہ مسلمانوں کے زوال وانحطاط کی دو بنیادی وجوہ ہیں، ایک ان کا آپس کا اختلاف، دوسرے قرآن مجید چھوڑنا۔ حضرت مفتی صاحب نے عمر بھر ان وجوہ کو پیش نظر رکھا۔ تاکہ امت کو زوال وپستی سے نکالا جاسکے۔ ذیل میں حضرت کے دروس قرآن پاک کا مختصراً تذکرہ کیا جاتا ہے:

(الف) آدینی مسجد میں درسِ قرآن

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثانی صاحب مدظلم اپنی خودنوشت سوانح "یادیں" میں تحریر فرماتے ہیں:

"ہمارے محلے کی مسجد کا نام آدینی مسجد (جامع مسجد) تھا۔ شروع میں ہمارے دادا حضرت مولانا محمد یاسین صاحبؒ اُس کے متولی تھے بعد میں حضرت والد صاحبؒ اُس کے متولی بنے اور بعض اوقات اُس میں درس بھی دیا کرتے تھے"۔ (ماہنامہ البلاغ ج ۵۳ ش ۲)

(ب) جامع مسجد دیوبند میں درسِ قرآن

حضرت مولانا لطافت الرحمٰن صاحب سواتی بہاولپور اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

"مجھے یہ بھی یاد ہے کہ مرحوم (حضرت مفتی صاحبؒ) نے دیوبند کی جامع مسجد میں بعد صلوٰۃ المغرب درس قرآن دینا منظور فرمایا تھا، کافی طلبہ شریک ہوتے تھے۔ درس کا آغاز سورۃ نبا سے طے ہوا" (البلاغ مفتیٔ اعظم نمبر ص: ۱۰۹۳)

اسی سلسلے میں حضرت مفتی اعظمؒ نے اپنے شیخ حکیم الامت حضرت تھانوی، رحمۃ اللہ علیہ، کی خدمت میں ۴ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ کو اپنے ایک مکتوب میں یہ مضمون ارسال فرمایا:

"چند روز سے کچھ طلباء اصرار کررہے تھے کہ ترجمۂ قرآن مجید بعد مغرب پڑھادیا کرو۔ فرمائش کرنے والے طلباء کی تعداد مختصر سمجھ کر محنت بھی زیادہ نہ سمجھتا تھا۔ مگر اتفاق یہ ہوا کہ یہ خبر سن کر طلباء کا ہجوم بہت بڑھ گیا۔ اپنی مسجد میں شروع کیا تھا وہ تنگ ہوگئی تو جامع مسجد

منتقل ہونا پڑا۔ وہاں اہل شہر میں بھی چرچا ہوا تو شہر کے بھی کچھ لوگ آنے لگے، اب ایک بہت بڑا مجمع تقریباً تین سو آدمیوں کا ہو جاتا ہے۔ بلا قصد کے یہ صورت ہوگئی اور بظاہر مفید ہی معلوم ہوتی ہے، بیان القرآن وغیرہ مطالعہ میں ہے اور جو کچھ کلمات حضرت سے سنے ہوئے یاد ہیں اُنہی سے بفضلہٖ تعالیٰ کام چلتا ہے"۔

حضرت تھانویؒ نے جواباً تحریر فرمایا:

"بے حد خوشی ہوئی خدمت کلام اللہ سے بھی اور اس سے بھی کہ مدعیان استغناء حاجت لے کر دروازہ پر آئے۔(البلاغ مفتی اعظم نمبر ص:۹۱۶)

(ج) حیدر آباد کالونی کراچی میں درسِ قرآن

حضرت کے مجاز بیعت حکیم امداد اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

"حضرت مفتی صاحب جب جیکب لائن کے سرکاری مکانوں میں قیام فرماتے، عرض کیا کہ حضرت بعد نماز فجر حیدر آباد کالونی کی مسجد میں تفسیر بیان فرما دیا کیجئے۔ اس درخواست کو فوراً کشادہ دلی کے ساتھ بڑی مسرت سے قبول فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ فجر کی جماعت سے پہلے آپ آکر مجھے لے جایا کریں:

" اس کرم فرمائی پر احقر کو بڑی مسرت ہوئی اور اسی دن مسجد میں اعلان کر دیا۔ دوسرے دن سے روزانہ صبح سواری لے کر حاضر ہوتا۔ حضرت تفسیر بیان فرماتے اور پھر واپس چھوڑ دیا کرتا۔ یہ سلسلہ کافی عرصہ چلتا رہا۔ نمازیوں کی تعداد دن بہ بدن فجر کی نماز میں بڑھتی گئی اور حضرت کے اسلوب بیان اور تفہیم سے کافی استفادہ ہوتا رہا"۔(البلاغ مفتی اعظم ص:۱۰۱۱)

(د) مسجد باب الاسلام آرام باغ میں درسِ قرآن

تقسیم کے بعد ۱۹۵۰ء میں جبکہ رہائش آرام باغ کے پاس اقبال منزل میں تھی، حضرت مفتی صاحبؒ نے مسجد باب الاسلام میں عام فہم درس قرآن کریم کا سلسلہ شروع فرمایا۔ جو روزانہ بعد نماز فجر ایک گھنٹہ کے عمل سے سات سال میں پورا ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے درس کو ایسی مقبولیت عطا فرمائی کہ لوگ دس دس میل سے آکر پابندی سے شریک ہوتے تھے، اس درس نے شرکاء پر اتنا گہرا اثر ڈالا کہ ان کی زندگیوں میں خوشگوار دینی انقلاب کا خود مشاہدہ کیا (البلاغ مفتی اعظمؒ نمبر ص: ۲۲۸)

(۲) اہتمام تلاوت اور متعلقین کو تاکید

حضرت مفتی اعظمؒ کے شغفِ قرآنی کا دوسرا پہلو تلاوت کلام پاک اور تدبر فی القرآن کا اہتمام ہے، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

> " حضرت والد صاحبؒ کو تلاوت قرآن کا خاص ذوق تھا۔ خاص طور پر عمر کے آخری پندرہ بیس سالوں میں آپ گوناگوں مصروفیات کے باوجود بڑے اہتمام کے ساتھ کئی کئی پارے روزانہ تلاوت کیلئے وقت نکالتے تھے۔ ایک چھوٹی سی حمائل ہمیشہ آپ کے دستی بیگ میں ساتھ رہتی تھی۔ اور جب کبھی ذرا موقع ملتا۔ آپ اسمیں تلاوت شروع فرمادیتے خاص طور سے جب آپ کو کہیں جانا ہوتا تو کار میں سفر کے دوران بیشتر وقت آپ تلاوت میں صَرف فرماتے۔ اس کے علاوہ نماز فجر اور نماز عصر کے بعد آپ کی تلاوت کے خاص اوقات تھے"۔ (البلاغ مفتی اعظمؒ نمبر ص ۲۴۰)

نیز آپ کی تلاوت محض برائے تلاوت ہی نہیں ہوتی تھی بلکہ اس دوران آپ قرآن کریم میں تدبّر فرماتے تھے، احقر نے بارہا دیکھا کہ تلاوت کے دوران آپ اچانک رُک گئے ہیں اور دیر تک ایک ہی آیت کو بار بار پڑھکر اس پر غور فرمارہے ہیں، اس تدبّر کے دوران اللہ تعالیٰ آپ پر قرآن کریم کے حقائق ومعارف سے متعلق عجیب وغریب نکات منکشف فرماتے تھے۔ اسی تدبّر کی ضرورت کے تحت فرماتے:

" قرآن کریم کی محض تلاوت بھی بلاشبہ بہت موجب اجر ہے۔ لیکن ایک عالم کو چاہیے کہ وہ کچھ وقت تدبّر قرآن کیلئے بھی نکالا کرے۔ قرآن کریم کا کوئی لفظ حشو یا زائد نہیں ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو اس کے ہر لفظ سے کسی نئے فائدے کی طرف رہنمائی مل سکتی ہے، اس سلسلے میں آپ کو قاضی ابوالسعود کی تفسیر اور علامہ قرطبیؒ کی احکام القرآن خاص

طور پر بہت پسند تھی کہ ان میں قرآن کریم کی بلاغت کے نکات اور اس سے مستنبط ہونے والے فوائد بکثرت ملتے ہیں، اس کے علاوہ ابو حیان کی تفسیر "البحر المحیط" کے بارے میں آپ فرماتے تھے کہ اس میں نحوی ترکیبوں اور اختلاف قرأت پر جو بحثیں ہوتی ہیں ان سے بھی اس قسم کے نادر نکات کا دروازہ کھل جاتا ہے"۔ (حوالہ بالا ص: ۴۵۰)

اہتمام تلاوت کیساتھ اپنی اولاد اور دیگر متعلقین کو بھی تلاوت کی تاکید فرماتے تھے، ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

"قرآن پاک کی تلاوت جس قدر ممکن ہو روزانہ صبح کو معمول بنالیں (ذکراللہ وفضائل مسائل درود وسلام)۔

اپنے وصیت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"بچوں کو جب تک قرآن کریم ناظرہ مکمل اور دین کی ضروری معلومات سے پوری طرح واقفیت نہ ہو جائے کسی دوسرے کام میں نہ لگائے۔ مزید فرمایا کہ صبح کی نماز کے بعد جب تک ہر بچہ اور بڑا اور عورت کچھ تلاوت قرآن نہ کرے کسی کام میں نہ لگے"۔ (البلاغ مفتی اعظم ص:۳۶۱)

(۳) جامعہ دارالعلوم کراچی کے قرآنی شعبہ جات

حضرت مفتی اعظمؒ کے شغفِ قرآنی کا تیسرا پہلو جامعہ دارالعلوم کراچی میں ذیل کے شعبہ جات کا قیام ہے۔ جس سے مفتی صاحب کا قرآن پاک سے والہانہ تعلق معلوم ہوتا ہے:

(الف) تحفیظ وتجوید القرآن: حضرت مفتی صاحب جب پاکستان تشریف لائے تھے تو مسجد باب الاسلام کراچی میں ایک کمرہ بنوایا گیا، یہاں سے فتاویٰ جاری کرنے کیساتھ یہاں ایک مکتب بھی قائم کردیا گیا۔ اور حفظ وناظرہ کی تعلیم شروع ہوگئی۔ حفظ وناظرہ کی تعلیم کے سلسلے میں یہ دارالعلوم کا نسبۃً قدیم شعبہ ہے یہ شعبہ دارالعلوم کے افتتاح سے پہلے قائم ہوگیا تھا۔

(ب) مکاتب تعلیم القرآن: قیام دارالعلوم کے بعد سے یہ کوشش تھی کہ قرآنی تعلیم کو پورے شہر میں عام کردیا جائے، دور دراز محلوں میں رہنے والے بچوں کیلئے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ دارالعلوم کورنگی یا نانک واڑہ کے

درجات ناظرہ وحفظ سے فائدہ اُٹھا سکیں۔اس سلسلے میں شہر کے مختلف محلوں میں مکاتب قائم کئے گئے، ایسے مکاتب کی تعداد تین درجن کے قریب ہے۔جن میں پانچ چھ ہزار بچے ہروقت پڑھ رہے ہوتے ہیں۔

(۴) تفسیری شغف: حضرت مفتی اعظمؒ کے قرآن پاک سے شغف کا چوتھا پہلو تفسیری خدمات ہیں۔ اس پہلو کی وضاحت سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کے تأثرات بیان کردیئے جائیں، حضرت شیخ الحدیثؒ لکھتے ہیں:

"اہل علم اور اصحاب فضل وکمال کے علاوہ کون جانتا تھا کہ یہ مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ جس طرح مفتی اعظم ہیں اس طرح مفسر اعظم بھی ہوسکتے ہیں"۔

آگے جدید طبقہ کی غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"درس نظامی پر اعتراض کرنے والے غور کریں کہ جس شخص کی پوری عمر فتوی نویسی میں بسر ہوئی، کبھی تفسیر کو بطور موضوع اُس نے اختیار نہیں کیا جب وہ تفسیر لکھنے بیٹھا تو ایسی تفسیر اُس نے لکھی کہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ساری عمر کا مشغلہ ہی اس کا یہی تھا۔آج آنکھ کا ڈاکٹر کان کے علاج سے نابلد ہوتا ہے، دل کے امراض کا ماہر آنکھ کو دیکھنے تک کیلئے روادار نہیں۔ انجینئر صاحب وکالت سے بے بہرہ ہیں اور وکیل صاحب کو معاشیات کی کچھ خبر نہیں۔لیکن ہر شخص اپنی جگہ مطمئن ہے اور کبھی اس کو یا کسی دوسرے کو خیال تک نہیں گذرتا کہ انجینئر ڈاکٹر کیوں نہیں، اور ڈاکٹر وکیل کیوں نہیں۔مگر درس نظامی کے فضلاء کو کوئی سائنس پڑھنے کا مشورہ دیتا ہے، کوئی صنعت وحرفت سیکھنے کی تلقین کرتا ہے۔(حوالہ بالہ ص:۶۹۸)

حضرت مفتی صاحب کا اعتراف: حضرت مفتی صاحبؒ خود بھی اس بات کے معترف تھے کہ مجھے ابتداء میں علم تفسیر کے ساتھ کوئی خصوصی شغف نہیں رہا۔لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اب سب سے زیادہ دلچسپی، مناسبت اور شغف علم تفسیر کے ساتھ معلوم ہوتا ہے۔اور دُعا ہے کہ اسی پر میرا خاتمہ ہو۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی اور جس علم کے ساتھ آپ کو سب سے زیادہ دلچسپی آخر وقت تک قائم رہی۔وہ علم تفسیر ہی تھا۔(حوالہ بالہ ص:۴۴۰)

تفسیر قرآن سے مناسبت کے ظاہری اسباب: درس قرآن پاک کے اہتمام کے ساتھ حضرت مفتی صاحب جب دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہوئے تو حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے احکام القرآن کا کام آپ کے سپرد فرمایا تو اُس زمانے میں تفسیر سے خصوصی اشتغال کی نوبت آئی۔ قرآن کریم کی پانچویں اور چھٹی دو منزلیں سورۃ الشعراء سے سورۃ الحجرات تک حضرت مفتی صاحبؒ کے سپرد فرمائی گئیں تا کہ قرآن کریم سے احناف کے مسائل اجتہادیہ کے دلائل بیان کئے جائیں۔ احکام القرآن میں تقریباً چار سو عنوانات کے تحت علوم و معارف کا خزانہ جمع کر دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتی اعظمؒ کو حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے تفسیری ذوق کا بھی وافر حصہ میسر آ گیا تھا۔ اور آپ کو حضرت تھانویؒ کے ذوق تفسیر کا بجا طور پر وارث سمجھا جاتا تھا۔ (حوالہ بالا ص: ٦٦٨)

تفسیر معارف القرآن کا پس منظر: اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحبؒ کی قرآنی خدمات کے صلہ میں اُن کے دل میں تفسیر قرآن مرتب کرنے کا جذبہ بے اختیار پیدا فرمایا۔ اس تفسیر کی تصنیف سے متعلق کچھ لکھنے سے قبل قارئین کو تفسیر کے پس منظر سے آگاہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ۱۹۵۴ء میں ریڈیو پاکستان کی انتظامیہ نے قرآن پاک کی منتخب آیات کے درس کا سلسلہ شروع فرمانے کی درخواست کی۔ حضرت مفتی صاحب نے بلا معاوضہ یہ پیشکش قبول فرمائی۔ ۱۹۶۴ء تک درس کا یہ سلسلہ ۱۰ سال تک جاری رہا جو بعد میں ریڈیو پاکستان کی نئی پالیسی کے تحت بند کر دیا گیا۔ سورۂ ابراہیم کے ختم تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

نشری درس کا عمومی نفع: بعض حضرات نے اس درس کے نوٹ قلمبند کئے اور بعض جگہ ٹیپ ریکارڈر پر اس کو محفوظ کر کے ریڈیو کے وقت کے علاوہ بھی دوسرے وقت میں لوگوں کو سنوانے کا اہتمام کیا گیا۔ اس طرح درس کا نفع صرف ملک کے اندر ہی محدود نہیں رہا بلکہ پاکستان اور مسلم ممالک کے علاوہ افریقہ اور یورپ کے بھی بہت سے ملکوں کے مسلمانوں کو غیر معمولی طور پر نفع پہنچا۔ ریڈیو پر درس قرآن کی نافعیت اور افادیت کا احساس عام طور پر کیا جا رہا تھا۔ بہت سے ماہر اور مستند علماء نے بھی اس کے مفید ہونے کی شہادت دی تو حضرت صاحب نے تفسیر کی تکمیل کا کام شروع فرمایا۔

تفسیر معارف القرآن کی تالیف: زندگی کے آخری دور میں چار سال کی قلیل مدت میں سات ہزار صفحات میں یہ تفسیر مکمل فرمائی۔ جبکہ آپ ضعف کے ساتھ مختلف عوارض میں بھی مبتلا تھے۔ تفسیر معارف القرآن

کا مکمل تعارف وافادیت ماہنامہ البلاغ ج ۴۷ شمارہ ۳،۴ میں شائع ہوچکی ہے۔

تفسیر کی حسرت تکمیل پر عجیب جملہ: حضرت اقدس ڈاکٹر مولانا عبدالحئی عارفی ؒ فرماتے ہیں:

"حضرت مفتی صاحب کو جب دل کا دورہ ہوا، آپ ہسپتال میں داخل ہوئے تو آپ کے ذہن پر سب سے زیادہ فکر معارف القرآن کی تھی جب کبھی ہوش آتا تو کہتے کہ معارف القرآن کا ڈیڑھ پارہ باقی ہے۔ آپ یہ بات بڑی حسرت سے فرماتے اور معلوم ہوتا تھا کہ اُن کی یہ آرزو ہے کہ معارف القرآن کی تکمیل ہوجائے۔" (البلاغ مفتی اعظم نمبر ص: ۴۷)

ایام علالت میں ایک عجیب جملہ ارشاد فرمایا جس سے حضرت مفتی صاحبؒ کا قرآن پاک سے والہانہ شغف معلوم ہوتا ہے، فرماتے ہیں:

"اس وقت کوئی تصور نہیں تھا کہ 75 سال کی عمر اور سقوط قوای۔ اس کیساتھ مختلف قسم کے امراض کے تسلسل میں یہ تفسیر پوری ہوسکے گی مگر یہ سمجھ کر کہ قرآن کو ختم کرنا مقصود نہیں۔ قرآن میں اپنی عمر کو ختم کرنا ہے، اللہ کے نام پر یہ سلسلہ شروع کردیا (تفسیر معارف القرآن ج ۱ ص: ٦٦)

تفسیر معارف القرآن کی مقبولیت: حضرت مفتی صاحبؒ کے اخلاص اور شغف قرآنی کا ہی یہ ثمرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر کو ایسی مقبولیت عطا فرمائی کہ یہ اس وقت نو مختلف زبانوں میں چھپ رہی ہے۔ تراجم کا تعارف البلاغ ج ۵۳ شمارہ نمبر ۱ میں شائع ہوچکا ہے۔

یہ سب قرآنی خدمات حضرت عثمانؓ کے سلسلۂ نسب کی برکات اور ثمرات ہیں اور آل عثمان کے ہی فیض کا یہ تسلسل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی اعظمؒ کے لائق فرزند ارجمند حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کو بھی خدمت قرآنی سے وافر حصہ نصیب فرمایا ہے۔ آپ کے آسان ترجمۂ قرآن اور اس کے انگریزی ترجمہ سے اندرون و بیرون ملک ہزاروں لوگ مستفید ہورہے ہیں۔

تفسیر معارف القرآن کا جدید کمپیوٹر ایڈیشن: تفسیر معارف القرآن کے کتابت والے ایڈیشن سے چالیس سال سے زائد عرصے تک قارئین مستفید ہوتے آرہے تھے، انتظامیہ کی سالوں کی محنت اور شبانہ روز

کاوش سے اب تفسیر معارف القرآن کا کمپیوٹر ایڈیشن رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ سے منظرِ عام پر آگیا ہے۔ یہ دو رنگ آفسٹ پیپر پر جاذبِ نظر ایڈیشن ہے جو سابقہ خصوصیات کے علاوہ درج ذیل نئی خصوصیات کا حامل ہے:

(۱) قرآن کریم کا عربی متن ایک تصحیح شدہ سافٹ ویئر خرید کر اُس سے لیا گیا ہے جو اغلاط سے خالی ہے۔

(۲) کتابت والے ایڈیشن میں جو اغلاط پائی گئیں، جامعہ دارالعلوم کراچی کے مستند علماء کرام کے ذریعے اُن کی تصحیح کر دی گئی ہے۔

(۳) کمپیوٹر ایڈیشن میں پہلی بار حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کا آسان ترجمہ قرآن بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ اب تفسیر معارف القرآن میں تین مستند ترجمے جمع ہو گئے ہیں، یعنی زیرِ متن ترجمہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن، رحمۃ اللہ علیہ، کا ہے۔ اس کے نیچے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کا آسان ترجمہ قرآن دیا گیا ہے۔ اس کے نیچے خلاصۂ تفسیر میں، تیسرا ترجمہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا ہے۔

(۴) معارف و مسائل میں جہاں جہاں آیات و احادیث کا ذکر آیا ہے اس نئے ایڈیشن میں اُن پر اعراب لگا دیے گئے ہیں۔

(۵) تفسیری اقوال اور فقہی مسائل جہاں مذکور ہیں اہل علم کے استفادہ کے لئے ان کی مکمل تخریج کر دی گئی ہے۔

(۶) عام قارئین کے استفادے کے لئے حاشیے میں عربی اور فارسی اشعار کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

مذکورہ خوبیوں کی بناء پر جدید کمپیوٹر ایڈیشن سے بھرپور استفادے کی راہ ہموار ہو گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس خاندان کی قرآنی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کے لئے یہ خدمات تا قیامت صدقہ جاریہ ثابت ہوں۔ آمین۔

☆☆☆

حدیث سوچ سمجھ کر نقل کریں!

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ وَالْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صلى الله عليه وسلم مَنْ حَدَّثَ بِحَدِيْثٍ يُرٰى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ(رواه مسلم)

ترجمہ : حضرت سمرةؓ بن جندب اور حضرت مغیرةؓ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسی حدیث بیان کی جس کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ یہ جھوٹ ہے (جھوٹی ہو سکتی ہے) تو وہ بیان کرنے والا خود جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

اجمالی تشریح

حدیث شریف کا مقصد واضح ہے کہ کسی بھی حدیث کے نقل کرنے میں پوری احتیاط کرنی لازمی ہے جب تک کسی قول یا روایت کے حدیث ہونے کی تصدیق نہ ہو جائے اسے آگے نقل کرنا ''کذب'' میں داخل ہے اور یہ نقل کرنے والا بھی ''کاذبین'' میں شامل ہے جو سخت گناہ ہے۔

ڈاکٹر محمد حسان اشرف عثمانی

آپ کا سوال

قارئین صرف ایسے سوالات ارسال فرمائیں جو عام دلچسپی رکھتے ہوں اور جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہو، مشہور اور اختلافی مسائل سے گریز فرمائیں۔.......................... (ادارہ)

میری بیٹی کی شادی مئی ۲۰۰۷ء میں ہوئی۔ شادی کے موقع پر میکہ، سسرال اور عزیز واقارب کی طرف سے ملنے والا تمام زیور کلیۃً دلہن کو دیا گیا، اس میں رعایتاً کچھ نہیں تھا۔

۔۔۔اس تحریر کے لکھنے تک شادی کو ۱۰ سال کا طویل عرصہ گذر گیا۔

۔۔۔اس پورے عرصے میں شادی پر ملنے والا تمام زیور ساس صاحبہ نے اپنی دلہن (میری بیٹی) کے پاس رکھوا تو رکھا تھا مگر اس کی ملکیت میں نہیں دیا گیا۔

۔۔۔ازدواجی زندگی کے ۱۰ سال میں میرے داماد روزگار کے لئے سنجیدہ نہیں ہوئے؛ چند ماہ یا چند دن کی مختلف نوکریاں اس قابل نہیں ہوسکیں کہ گھر کا چولہا جل سکے اور دیگر اخراجات پورے ہوسکیں۔۔اب تو مسلسل گھر بیٹھ گئے ہیں۔

۔۔۔میری بیٹی زکوۃ کی ادائیگی نہ ہونے کی پریشانی اور اس کی اہمیت کا جب بھی ذکر کرتی ماں بیٹے کی طرف سے جواب ملتا کہ "اس زیور میں کوئی کمی نہیں کرنی ہے، پیسہ پیسہ جوڑ کر بنایا ہے، جب حالات بہتر ہوں گے ادا کردیں گے"

۔۔۔جولائی ۲۰۱۷ء کو عید الفطر کے موقع پر ساس صاحبہ نے میری اہلیہ کی موجودگی میں اپنے بیٹے (میرے داماد) اور اپنی دلہن (میری بیٹی) کو مخاطب کرکے کہا کہ:

"میں نے تمہیں تمام زیور دے دیا۔ اب تم میاں بیوی جانو اور تمہارا کام جانے، دو یا نہ دو"

معلوم یہ کرنا ہے کہ ساس صاحبہ کے الفاظ کی رو سے:

(۱)۔۔۔یہ زیور میری بیٹی کی ملکیت میں شمار ہوگیا؟ (۲)۔۔۔اس کی زکوٰۃ اس پر کب سے واجب ہوگی؟ (۳)۔۔۔اس زیور میں شوہر کی حصہ دار کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ (۴)۔۔۔زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے اگر بیوی کو زیور میں سے کچھ بیچنا پڑے تو شوہر سے اجازت لینی ضروری ہے۔ جبکہ میرے داماد کا بیوی کو کہنا ہے اس میں سے ایک لونگ بھی مجھ سے پوچھے بغیر نہیں بیچنی۔

نوٹ: زیور نصاب سے زیادہ ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہے، مقدار ۱۵ تولے ہے۔

(۵)۔۔۔اولاد میں دو جڑواں لڑکے آٹھ سال کی عمر کے ہیں، مستقبل میں ان کی دینی اور دنیاوی تعلیم کے لئے اس زیور میں الگ الگ کیا تعداد رکھی جاسکتی ہے۔ یعنی ۵+۵ تولے بچوں کے ۵ تولے میری بیٹی کے پاس رہ جائیں۔

جواب: ا۔۔۔جواب سے پہلے یہ بات سمجھ لیں کہ:

جو زیور لڑکی کو اُس کے والدین کی طرف سے دیا جاتا ہے وہ شرعاً لڑکی کی ملکیت ہوگا، البتہ جو زیور لڑکے والوں کی طرف سے لڑکی کو دیا گیا ہو اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر زیور مہر کا حصہ ہو یا مہر کے طور پر دیا گیا ہو یا لڑکی کو ہبہ (گفٹ) کر کے مالک بنا دیا گیا ہو تو وہ بھی لڑکی کی ملکیت ہوگا اور اگر ایسی صراحت نہ ہوئی ہو تو اس صورت میں عُرف پر مدار ہوگا، اگر زیور لڑکی کو مالک بنا کر دینے کا عُرف ہو تو اس صورت میں زیور لڑکی کی ملکیت ہوگا اور اگر لڑکی کو مالک بنا کر دینے کا عُرف نہ ہو بلکہ استعمال کے لئے دیا جاتا ہو تو شوہر کی ملکیت ہوگا۔ (مأخذہ تبویب: ۱۶۵/۷، امداد المفتیین: ص: ۵۶۰)

لہٰذا اس صورت میں آپ کی بیٹی کو میکے سے ملنے والا زیور اُس کی ملکیت ہے اور سسرال سے ملنے والا زیور اگر مہر کے طور پر دیا گیا ہو یا مہر کا حصہ ہو تو وہ بھی اُسی کی ملکیت ہے، اور اگر مہر کا حصہ نہ ہو اور لڑکی کو دیتے وقت ہبہ کر کے باقاعدہ مالک نہ بنایا ہو اور زیور عُرف میں لڑکے کی ملکیت شمار ہوتا ہو تو وہ لڑکے والوں کی ملکیت ہوگا۔ البتہ ساس کے مذکورہ الفاظ کہنے کے بعد وہ زیور لڑکی کی ملکیت ہی شمار کیا جائے گا۔

۲۔۔۔مذکورہ تفصیل کے مطابق جو زیور لڑکی کی ملکیت تھا اس کی زکوٰۃ لڑکی پر واجب ہے اور جو زیور لڑکے

الوں کی ملکیت تھا، اس کی زکوٰۃ اُن پر واجب ہوگی اور لڑکی پر زکوٰۃ واجب ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ یہ زیور
ب سے لڑکی کی ملکیت میں آیا ہے اگر یہ نصابِ زکوۃ کے برابر (ساڑھے سات تولے) یا زائد تھا یا دیگر اموال
زکوٰۃ مثلاً چاندی یا مالِ تجارت یا نقد رقم کے ساتھ ملا کر نصابِ زکوٰۃ یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو
پہنچتا تھا تو اُس وقت سے اس کی زکوٰۃ لڑکی پر واجب ہے۔

اور لڑکے والوں کے پاس جو سونا یا دیگر قابلِ زکوٰۃ مال ہے اگر وہ نصاب کے برابر یا زائد ہے خواہ وہ سونا وغیرہ انہوں نے اپنی بہو کو استعمال کے لئے دیا ہو ان پر اس کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے، اور جب سے یہ سونا وغیرہ ان کی ملکیت میں ہے، اگر انہوں نے ہر سال اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو اس کی زکوٰۃ اُن پر واجب ہے۔

اور گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جتنا سونا آپ کی بیٹی کی ملکیت میں ہے، اس کا چالیسواں حصہ سابقہ سالوں میں سے پہلے سال کی زکوٰۃ میں ادا کرے، اس کے بعد دوسرے سال کے لئے باقی ماندہ سونے کا چالیسواں حصہ ادا کرے، اسی طرح ہر سال کی اداشدہ زکوٰۃ کو منہا کر کے تیسرے سال کی بھی زکوٰۃ ادا کرے، بشرطیکہ ہر سال کی اداشدہ زکوٰۃ کو منہا کرنے کے بعد بھی وہ صاحب نصاب رہے، اور اس تاخیر کی وجہ سے جو گناہ ہوا ہے اس پر توبہ واستغفار کرے، اور آئندہ ہر سال پابندی سے زکوٰۃ ادا کی جائے۔

۳۔۔۔ساس کی طرف سے عموماً زیور لڑکی کو ہی دیا جاتا ہے، لہٰذا اگر ساس نے یہ الفاظ "میں نے تمہیں تمام زیور دے دیا" بہو کو کہے تھے تو بہو ہی پورے زیور کی مالک ہے، اس میں شوہر کا شرعاً کوئی حصہ نہیں۔

۴۔۔۔چونکہ یہ زیور بیوی کی ملکیت ہے، اس لئے اس کے بیچنے میں شوہر کی اجازت ضروری نہیں ہے البتہ شوہر سے اجازت بہتر ہے اور شوہر کے لئے بیوی کو فرض زکوٰۃ کی ادائیگی سے روکنا یا منع کرنا جائز نہیں، بلکہ گناہ ہے۔

۵۔۔۔بچوں کی ضروریات دیکھ کر کوئی بھی مناسب مقدار رکھ سکتے ہیں، البتہ زیور محض بچوں کے نام کرنے سے بچے شرعاً مالک نہیں کہلائیں گے بلکہ اس کی زکوٰۃ ماں ہی پر لازم ہوگی، البتہ اگر ماں زیور بچوں کو

ہبہ کرنا چاہتی ہو تو ہر بچہ کا حصہ الگ الگ کر کے زبان سے صاف الفاظ میں یہ کہدے کہ "میں یہ زیور فلاں بچہ کو ہبہ کرتی ہوں" اس کے بعد وہ زیور بچہ کے سرپرست یعنی والد کے حوالے کردے یا اس کی اجازت سے اپنے پاس رکھ سکتی ہے، البتہ بچوں کو ہبہ کرنے کے بعد وہ زیور نہ خود استعمال کرسکتی ہے اور نہ اس کو بیچ سکتی ہے اور جب تک بچے بالغ نہ ہوں اس کی زکوٰۃ بھی لازم نہیں ہوگی، لیکن بچوں کے بالغ ہونے کے بعد اگر وہ صاحب نصاب ہوں تو بچوں پر زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہوگا۔

مولانا محمد راحت علی ہاشمی

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شب وروز

جامعہ دارالعلوم کراچی کے نئے تعلیمی سال کا آغاز

حسب ہدایت رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم جامعہ دارالعلوم کراچی میں نئے تعلیمی سال ۴۰۔۱۴۳۹ھ کے لئے داخلہ کارروائی کا آغاز بفضلہ تعالیٰ ۸رشوال ۱۴۳۹ھ بروز ہفتہ سے کردیا گیا تھا۔حسب معمول جدید داخلوں کے لئے مختلف جماعتوں کا داخلہ امتحان لیا گیا اور منتخب طلبہ کوداخلہ دیا گیا۔اللہ تعالیٰ تمام طلبہ کومحنت وادب سے حصول علم میں مشغولیت نصیب فرمائیں اوراپنی زندگی کوسنت کے سانچے میں ڈھالنے کی توفیق بخشیں اوران تمام طلبہ کو دین کی حفاظت واشاعت کے لئے قبول فرمائیں۔آمین۔

مدرسۃ البنات میں جدید داخلے

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شعبہ مدرسۃ البنات کے درس نظامی میں داخلوں کی کارروائی ۱۶رشوال ۱۴۳۹ھ سے شروع کی گئی۔

افتتاحی درس

حسب معمول جامعہ دارالعلوم کراچی کے شعبۂ درس نظامی وتخصصات کے اسباق کا آغاز بخاری شریف کے افتتاحی درس سے ہوا۔ بروز بدھ بتاریخ ۱۹رشوال ۱۴۳۹ھ(۴رجولائی ۲۰۱۸ء) کوحضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے جامع مسجد دارالعلوم میں تمام اساتذہ وطلبہ کے اجتماع میں،حدیث مسلسل بالاولیۃ اپنی سند کے ساتھ سنانے کے بعد بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھائی،اوراس کی تشریح کے ذیل میں فرمایا کہ مدارس کا سب سے پہلا پیغام رحم کرنا، رحمت پھیلانا ہے، اس مبارک اجتماع میں نائب رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے رونق افروز ہونے کے ساتھ ساتھ تمام اساتذۂ کرام اورطلبہ بھی شریک ہوئے، نیز مدرسۃ البنات میں بھی درس نظامی کی طالبات اس درس میں شریک تھیں اورلاؤڈاسپیکر کے ذریعہ یہ خطاب وہاں بھی سناجارہاتھا۔

حضرت والا نے اپنے خطاب میں پڑھنے پڑھانے کے لئے دوبارہ جمع ہونے پرسب کومبارک باددی۔ تمام درجات کے طلبہ کی رعایت سے انہیں جامع نصیحتیں فرماتے ہوئے تعلیمی سال کوصحیح طرح گذارنے

کا طریقہ بیان فرمایا۔ اور طلبہ واساتذہ کو اپنی نیتیں خالص رکھتے ہوئے دین پڑھنے پڑھانے کے ساتھ ساتھ دین سیکھنے سکھانے کے اہتمام کی طرف متوجہ فرمایا کہ یہاں رہ کر ہر طالب علم اپنی شب وروز کی پوری زندگی کو سنت کے سانچے میں ڈھالے، یکسوئی اور محنت کے ساتھ علم حاصل کرنے میں منہمک رہے، حقوق معاشرت ادا کرتا رہے، بالخصوص ایذا رسانی سے پرہیز کرے، بندوں کے حقوق بھی ادا کرے اور اللہ تعالیٰ کے بھی، اور ان کی ادائیگی میں شریعت کی بتائی ہوئی حدود کی پابندی کرے، دار العلوم میں اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے سامان جمع فرمادیے ہیں، آپ پوری توجہ اور یکسوئی سے پڑھنے میں لگے رہیں اور تمام کاموں کو ان کے مقررہ اوقات میں انجام دینے کی عادت بنائیں۔ قدیم طلباء نئے آنے والے طلبہ کی محبت وشفقت سے رہنمائی کریں۔

حضرت والا مدظلہم کی دعا پر یہ بارونق مجلس درس اختتام کو پہونچی۔ اللہ تعالیٰ یہ پورا تعلیمی سال خیر وبرکت، امن وعافیت اور علمی وعملی بہتری وترقی کے ساتھ پورا کرادیں اور یہاں جمع ہونے والے اساتذہ وطلبہ سے وہ خدمات لیں جن کی اس وقت امت مسلمہ کو ضرورت ہے اور ان تمام خدمات کو اپنی رضائے کاملہ کا ذریعہ بنائیں۔ آمین۔ اللہ تعالیٰ اکابر کا سایہ بعافیت وصحت سلامت رکھیں۔ اور تمام طلبہ واساتذہ اور خدام کو اپنے اکابر کے ذوق کے مطابق اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کی توفیق بخشیں۔ آمین۔

حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم کا سفر ترکی

۲۱رشوال ۱۴۳۹ھ (۶رجولائی ۲۰۱۸ء) جمعہ کے روز رئیس الجامعہ دار العلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم معروف ترک عالم ڈاکٹر احسان شن اوجاق کے قائم کردہ ادارے مرکز الدراسات العلمیہ والفکریہ (اِقام) کی دعوت پر چھ روزہ تعلیمی اور تبلیغی دورہ پر ترکی تشریف لے گئے ہیں۔ استاذ الحدیث جامعہ دار العلوم کراچی حضرت مولانا محمد زبیر اشرف، حفظہ اللہ تعالیٰ، اور ان کی والدہ محترمہ مدظلہا بھی شریک سفر ہیں۔ اس سفر کی تفصیلات ان شاء اللہ آئندہ شمارے میں شامل اشاعت کردی جائیں گی۔

حضرت نائب رئیس الجامعہ مدظلہم کا سفر لندن

۲۰رشوال ۱۴۳۹ھ (۵رجولائی ۲۰۱۸ء) جمعرات کو نائب رئیس الجامعہ دار العلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کراچی سے لندن کے سفر پر تشریف لے گئے، جہاں آپ کے مختلف مقامات پر بیانات ہوئے، ۲۴رشوال ۱۴۳۹ھ (۹رجولائی ۲۰۱۸ء) کو اسلامی تمویل کاری پر "House Of Lords" (دار النواب) میں سیمینار میں شرکت فرمائی، غالباً ۳رذیقعدہ ۱۴۳۹ھ (۱۷رجولائی ۲۰۱۸ء) کو جدہ میں البنک الاسلامی للتنمیۃ کی ھیئۃ الرقابۃ الشرعیہ کے اجلاس میں شرکت فرمائیں گے۔ ۵رذیقعدہ ۱۴۳۹ھ

(۱۹؍جولائی ۲۰۱۸ء) کو ان شاء اللہ حضرت والا دامت برکاتہم واپس تشریف لے آئیں گے۔ مزید تفصیل ان شاء اللہ آئندہ شمارے میں شائع کردی جائے گی۔

دعائے صحت

جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاذ الحدیث حضرت مولانا رشید اشرف، حفظہ اللہ، ماشاء اللہ پہلے سے کافی بہتر ہیں اور بفضلہ تعالیٰ متعلقہ امور انجام دے رہے ہیں، امتحان داخلہ کی کارروائی کے لئے حضرت درس گاہ بھی تشریف لاتے رہے، لیکن کچھ مرض اور ضعف ابھی باقی ہے، اللہ تعالیٰ اس کا جلد ازالہ فرمادیں۔ آمین۔

حضرت قاری عبدالملک صاحب دامت برکاتہم کی طبیعت بھی ناساز ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی صحت کاملہ، عاجلہ، مستمرہ عطا فرمائے۔ آمین۔ قارئین سے بھی دعائے صحت کی درخواست ہے۔

دعائے مغفرت

جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاذ مولانا شفیع اللہ صاحب کے سسر جناب مولانا قاری ابوالحسن صاحبؒ ۲۲؍شوال ۱۴۳۹ھ (۷؍جولائی ۲۰۱۸ء) ہفتہ کے روز طویل علالت کے بعد رحلت فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بانی جامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی نواسی، جو استاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا رشید اشرف صاحب، حفظہ اللہ تعالیٰ، کی بڑی ہمشیرہ اور مولانا حافظ ظفر احمد صاحب مدظلہم کی اہلیہ تھیں، بروز بدھ ۲۶؍شوال ۱۴۳۹ھ (۱۱؍جولائی ۲۰۱۸ء) صبح کے وقت رحلت فرماگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی نماز جنازہ جامعہ دارالعلوم کراچی میں بعد نماز عصر حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب مدظلہم کی اقتداء میں ادا کی گئی اور جامعہ کے قدیم قبرستان میں ان کی تدفین ہوئی۔

پرچہ پریس جانے کے لئے تیار تھا کہ ۲۸؍شوال ۱۴۳۹ھ (۱۳؍جولائی ۲۰۱۸ء) جمعہ کے روز حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب مدظلہم کی بڑی صاحبزادی زوجہ مولانا حسین احمد حفظہ اللہ تعالیٰ کا طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی نماز جنازہ جمعہ کی نماز کے بعد جامعہ دارالعلوم کراچی میں حضرت مولانا مفتی محمود اشرف صاحب دامت برکاتہم کی اقتداء میں ادا کی گئی جس میں اساتذۂ کرام وطلبہ کے علاوہ دیگر حضرات بھی بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ مرحومہ کی تدفین بھی جامعہ کے قدیم قبرستان میں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ان تمام مرحومین کی کامل مغفرت فرمائیں، درجات عالیہ سے نوازیں اور تمام متعلقین کو صبر جمیل واجر جزیل مرحمت فرمائیں۔ آمین۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔
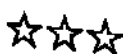
☆☆☆

حج کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ قَالَ : اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قِیْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قِیْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا (پھر) عرض کیا گیا اس کے بعد کون سا، فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا (پھر) عرض کیا گیا اس کے بعد کون سا، فرمایا حج مقبول۔

تشریح: حج مبرور وہ حج ہے جس میں کوئی گناہ نہ ہو اور بعض کا قول ہے کہ حج مقبول کا نام حج مبرور ہے۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ جس میں ریا اور نام و نمود نہ ہو وہ حج مبرور ہے اور بعض کہتے ہیں جس کے بعد گناہ نہ ہو۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حج مبرور یہ ہے کہ حج کرنے کے بعد دنیا سے بے توجہی اور آخرت کی طرف رغبت پیدا ہو جائے۔ (معلم الحجاج، ص:۲۲)۔

بندۂ خدا

نقد و تبصرہ

تبصرے کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے ارسال فرمائیے

تبصرہ نگار کا مؤلف کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

نام کتاب .... حیاتِ نافع

نام مؤلف .... ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ

ضخامت .... ۶۶۹ صفحات، عمدہ طباعت، قیمت: /۸۰۰ روپے

ناشر .... رحماء بینھم ویلفیئر ٹرسٹ، محمدی شریف، ضلع چنیوٹ

محقق اہلسنت حضرت مولانا محمد نافع صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، ۱۹۱۵ء میں درویش صفت انسان حضرت مولانا عبدالغفور صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کے ہاں محمدی شریف ضلع چنیوٹ میں پیدا ہوئے اور ۳۰ر دسمبر ۲۰۱۴ء کو اسی علاقے میں دارفانی سے رخصت ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے حضرت مولانا محمد نافع صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کی وفات پر البلاغ میں تحریر فرمایا تھا کہ:

> " حضرت مولانا کا مرتبہ میرے لئے استاذ ہی نہیں، استاذ الاستاذ جیسا تھا، میری پیدائش کا سن اور ان کی دارالعلوم دیوبند سے فراغت کا سن ایک ہی ہے یعنی ۱۳۶۲ھ، لہٰذا علم وفضل، عمر، قدامت اور تجربہ کسی بھی حیثیت سے میری ان سے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی لیکن یہ ان کی تواضع کا مقام بلند تھا کہ وہ خط وکتابت کے ذریعہ اپنی تالیفات سے مجھ کو بھی مطلع فرماتے رہتے اور بعض اوقات مشورہ بھی فرماتے"۔ (حیات نافع، ص: ۵۴۶)

حضرت والا مدظلہم نے مزید تحریر فرمایا:

"حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہم (جامعہ محمدی شریف، ضلع جھنگ) کو اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خصوصی توفیق عطا فرمائی ہے کہ انہوں نے اپنی متعدد تالیفات کے ذریعہ حضراتِ صحابہ کرام، رضی اللہ عنہم، کے حقیقی سیرت و کردار کو مستحکم علمی اور تاریخی دلائل کے ساتھ واضح فرمایا ہے، جن انصاف نا آشنا حلقوں نے ان حضرات پر طرح طرح کے اعتراضات و مطاعن کی بھرمار کی ہے ان کے اعتراضات کا شافی اور اطمینان بخش جواب دیا ہے اور حضرات صحابۂ کرام، رضی اللہ عنہم، کے درمیان جو علمی اور سیاسی اختلافات پیش آئے ان کے حقیقی اسباب کی دل نشین وضاحت فرمائی"۔ (ایضاً: ص: ۵۴۸)

زیر تبصرہ کتاب کے سولہویں باب " مولانا محمد نافع، علماء وقت کی نظر میں " میں عصر حاضر کے دیگر علماء کرام حضرات کی بھی ایسی تحریریں موجود ہیں جن سے حضرت مولانا محمد نافع صاحب، قدس سرہ، کی "نافعیت" کا خوب پتہ چلتا ہے۔

جن حضرات کو حضرت مولانا مرحوم کی زیارت و ملاقات کا موقع ملا ہے انہوں نے آپ کی علمی، عملی، تحقیقی قابلیت کے ساتھ ساتھ سادگی، تواضع، فنائیت اور کسر نفسی کی بھی جزم کے ساتھ گواہی دی ہے، حضرت مولانا محمد نافع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "رحماء بینھم" کے موضوع پر جو لازوال محنت کی ہے اور جو علمی و تحقیقی مواد امت کے سامنے پیش کیا ہے وہ ان شاء اللہ رہتی دنیا تک طالبانِ حق کی رہنمائی کرتا رہے گا۔

زیر نظر کتاب حضرت مولانا محمد نافع صاحب، قدس اللہ سرہ، کی حیات پر لکھی گئی ہے جس میں سولہ ابواب کے تحت آپ کی زندگی کے تمام گوشوں پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے، حضرت مولانا محمد نافع صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، اپنی روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والے تمام واقعات کی باقاعدہ ڈائری لکھا کرتے تھے جس کے ذریعے تمام واقعات و حالات محفوظ ہو جاتے تھے۔ نیز آپ نے اپنی حیات ہی میں اپنے خاندانی بزرگوں اور اساتذۂ کرام کے حالات بھی اپنے قلم سے تحریر فرمائے تھے۔ "حیات نافع" میں یہ تمام افادات جامعیت، وقار اور متانت کے ساتھ بہت ہی مفصل انداز میں عمدہ ترتیب کے ساتھ درج کردیے گئے ہیں۔

اس اہم خدمت کی توفیق حضرت، رحمۃ اللہ علیہ، کے شاگرد رشید جناب حافظ ڈاکٹر محمد سعد اللہ صاحب، زید مجدہم کو ملی ہے اور واقعی انہوں نے اس جدوجہد کے ذریعے تلمذ کا حق ادا کیا ہے۔

ہماری رائے میں موجودہ دور کے تمام علماء وطلبہ کو اس قابل قدر کاوش کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ طرز زندگی، طریقۂ تالیف وتحریر میں انہیں کامل رہنمائی حاصل ہوسکے۔

مولائے کریم تمام حضرات کو سلف صالحین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (ابومعاذ)

نام کتاب .... چاروں روحانی سلسلوں کا تعارف

نام مرتب .... ابوحماد محمد عبید اللہ ساجد

ضخامت .... ۱۶۰ صفحات، دورنگہ خوبصورت وعمدہ طباعت، قیمت: درج نہیں۔

ناشر .... مدرسہ احیاء السنہ، فاروقہ، ضلع سرگودھا

اصلاح باطن کے لئے صوفیاء کرام کی خدمات روز اول سے جاری ہیں، اس میدان میں شیوخ روحانی تو بہت ہوئے لیکن سلاسل اربعہ کے شیوخ زیادہ مشہور ہوئے، سلاسل اربعہ سے مراد چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ اور سہروردیہ ہیں۔ ان چاروں سلسلوں کے مشائخ کے اسماء گرامی، سن ولادت، سنِ وفات، مدفن، مشائخ چشتیہ کے مختصر حالات، حضرت اقدس شاہ ڈاکٹر عبدالمقیم صاحب مدظلہم کے متعلق علماء ومشائخ کی آراء، حضرت کے ارشادات اور متعلقین وسالکین کے اصلاحی خطوط مع جوابات اس کتاب کے مندرجات ہیں۔

تصوف وطریقت سے وابستہ حضرات کے لئے یہ کتاب بہت اہمیت کی حامل ہے، اس لئے انہیں اس سے ضرور استفادہ کرنا چاہئے۔ (ابومعاذ)

نام رسالہ .... سہ ماہی الزیتون خالق آباد، نوشہرہ

زیر سرپرستی .... شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہم

ضخامت .... ۱۰۶ صفحات، مناسب طباعت

قیمت .... فی پرچہ /۵۰ روپے، سالانہ چندہ، /۲۰۰ روپے

ناشر .... سہ ماہی الزیتون، جامعہ ابوہریرہ۔ خالق آباد، نوشہرہ کے پی کے۔

زیر نظر سہ ماہی جریدہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہم کی سرپرستی میں شائع ہورہا ہے جس کا پہلا شمارہ اس وقت پیش نظر ہے۔ اس میں القاسم اکیڈمی کی مطبوعات کا تعارف، مشاہیر کے

مکاتیب، قارئین کے خطوط اور متعدد کتابوں پر نقد وتبصرہ شائع کیا گیا ہے۔ آئندہ شماروں میں بھی زیادہ تر اس نوع کی تحریریں اس مجلے میں درج کی جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ القاسم اکیڈمی کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور قارئین کو اس سے بھی استفادے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (ابومعاذ)

نام کتاب .... عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور منکرین ختم نبوت کا تاریخی پس منظر

افادات .... حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہم

ضخامت .... ۱۶۰ صفحات۔ مناسب طباعت۔ قیمت: درج نہیں

ناشر .... شعبہ نشرواشاعت پاکستان شریعت کونسل، جامع مسجد امن اہل سنت والجماعت ۲۸۵ جی ٹی روڈ باغبان پورہ، لاہور۔

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہم کو اللہ تعالیٰ نے دین کے مختلف ومتعدد شعبوں میں اہم علمی، تحقیقی اور اصلاحی جدوجہد کی توفیق سے نوازا ہے، ختم نبوت کے حوالے سے بھی آپ کی خدمات کا دائرہ خاصا وسیع ہے جو عملی بھی ہے اور تحریری وتقریری بھی۔ زیر نظر کتاب میں جناب مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر صاحب زیدمجدہم نے محنت اور تگ ودو کے ساتھ مذکورہ موضوع پر میسر آ جانے والے حضرت کے چند مضامین اور بیانات مرتب کر کے شائع کئے ہیں۔ موضوع سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے یہ مجموعہ قابل قدر ہے۔ (ابومعاذ)

نام کتاب .... بڑھتے قدم سوئے حرم (مکہ مکرمہ)

نام مؤلف .... مولانا محمد حبیب اللہ فاروقی نقشبندی

ضخامت .... ۳۶۹ صفحات۔ مناسب طباعت، دیدہ زیب سرورق

قیمت .... درج نہیں

ناشر .... مکتبۃ الامۃ نہر کنارہ روڈ، رحیم یار خان

حرمین شریفین کی بار بار مقبول حاضری ہر مسلمان کی دلی تمنا ہوتی ہے، خاص طور پر ایسے خوش نصیب

حضرات جن کو ایک دفعہ دیارِ محبوب کے دیدار کی سعادت حاصل ہوجاتی ہے وہ تو ہر وقت اس تڑپ میں رہتے ہیں کہ کسی طرح انہیں دوبارہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جانے کا موقع مل جائے۔ اس مقدس سرزمین تک رسائی کیسے ہوسکتی ہے؟ اس بارے میں عجیب وغریب واقعات، برموقع بہترین اشعار، حج وعمرہ کے مختصر مسائل، مکہ مکرمہ کے سفر کے دوران کیا کرنا چاہئے؟ حرم مکی میں رہنے کے آداب کیا ہیں؟ اس طرح کی بہت ساری باتیں اس کتاب میں دلچسپ اور عمدہ اسلوب میں تحریر کی گئی ہیں۔ حجاز مقدس کا عزم رکھنے والے حضرات کے لئے یہ کتاب ایک اچھا تحفہ ہے۔ (ابومعاذ)

دارالافتاء، مفتیانِ کرام، لائبریریاں، یونیورسٹیاں، وکلاء اور محققین توجہ فرمائیں
عالم اسلام کے اکابر علمائے کرام کے جدید فقہی مسائل پر مقالہ جات اور مناقشات کا مجموعہ نئی ترتیب کے ساتھ
تقریباً 90 کتب
28 ضخیم جلدیں
سلسلہ
جدید فقہی مباحث
زیر سرپرستی
حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی
حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم
تاثرات
مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
مفتی اعظم پاکستان جناب مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم
شیخ الاسلام جناب حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب دامت برکاتہم
اس ایڈیشن کی خصوصیات: ۱۔ پہلے چند طبع شدہ جلدوں میں فقہ اکیڈمی نے جو ترمیمات، اضافات و اصلاحات کی ہیں، اس جدید ایڈیشن میں وہ اور اسلامی فقہ اکیڈمی کے فیصلے بھی آخر میں شامل کیے گئے ہیں۔ ۲۔ کتاب کا سائز اس کے موضوع کی اہمیت کو سامنے رکھ کر دیگر فقہی کتب کے سائز کے مطابق بڑا کر دیا گیا۔ ۳۔ کمپیوٹر کمپوزنگ کا معیار تمام جلدوں کا یکساں رکھا گیا۔ ۴۔ امید ہے کہ انشاء اللہ دیگر علمی موضوعات پر بھی مزید مباحث و تحقیقات شائع کی جائیں گی۔
جلد 1 آبی وسائل اور ان سے متعلق شرعی احکام۔ مسافت سفر کا آغاز۔ وطن اصلی کے ساتھ دوسری جگہ مستقل قیام اور قصر و اتمام کے احکام
جلد 2 نواقض صوم سے متعلق نئے مسائل۔ حج و عمرہ/ موجودہ حالات کے پس منظر میں۔ رمی جمار کے اوقات۔
جلد 3 سونے اور چاندی کا نصاب۔ زکوۃ کے جدید اہم مسائل۔ مصرف زکاۃ فی سبیل اللہ (اصول و آداب)
جلد 4 عشر و خراج، عصر حاضر کے چند اہم مسائل۔ ہند و پاک کی اراضی کا شرعی حکم۔ اموال زکوۃ کی سرمایہ کاری۔ رؤیتِ ہلال یا وجودِ قمر کا مسئلہ شریعت کی روشنی میں۔
جلد 5 قربانی کے ایام و اوقات اور اس سے متعلق شرعی احکام۔ ذبیحہ کے شرعی احکام۔ مشینی ذبیحہ فقہ اسلامی کی روشنی میں۔
جلد 6 نکاح میں شرط اور مشروط مہر فقہ اسلامی کی روشنی میں۔ جبری شادی کا مسئلہ اور احکام۔ شقاق بین الزوجین کی وجہ سے فسخ نکاح۔
جلد 7 حالت نشہ کی طلاق۔ غیر مسلم ملکوں میں عدالتوں کی طلاق۔ مباحثِ فقہیہ
جلد 8 پانی میں رہتے ہوئے مچھلی کی خرید و فروخت۔ بیع وفاء، موجودہ معاشی تناظر میں۔ قسطوں کی بنیاد پر خرید و فروخت۔
جلد 9 کاروبار میں اولاد کی شرکت۔ قبضہ کی حقیقت اور قبضہ سے پہلے خرید و فروخت۔ حقوق و منافع کی خرید و فروخت۔ پگڑی سے متعلق شرعی احکام
جلد 10 غیر سودی بینکاری۔ ضرورت اور طریقہ کار۔ تورق اور موجودہ اسلامی بینک، شرعی نقطہ نظر سے بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام۔ بنک انٹرسٹ و سودی لین دین۔
جلد 11 کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت۔ دو ملکوں کی کرنسی کا تبادلہ اور ہندوستان میں انشورنس۔ طویل مدتی قرضے اور موجودہ کرنسی۔
جلد 12 شریعت کے دائرہ میں انشورنس (تکافل) کی صورت، میڈیکل انشورنس۔ شیئرز و کمپنیز کی شرعی حیثیت۔ خواتین کی ملازمت سے متعلق احکام
جلد 13 عقد استصناع کے مسائل۔ نیٹ ورک مارکیٹنگ، شرعی نقطہ نظر
جلد 14 وقف کے احکام و مسائل۔ موجودہ اہم سماجی مسائل کے حل کیلئے وقف کی اہمیت اور طریقہ کار۔ مختلف النوع ملازمتیں اور ان کے احکام
جلد 15 اعضاء کی پیوند کاری شریعت کی روشنی میں۔ ضبط ولادت اسلامی نقطۂ نظر سے۔ پلاسٹک سرجری۔ اعضاء و اجزاء انسانی کا عطیہ۔
جلد 16 قتل بہ جذبۂ رحم (یوتھینیزیا)/ دماغی موت۔ مصنوعی آلۂ تنفس۔ ڈی این اے ٹیسٹ۔ طبی اخلاقیات (دائرے اور ضابطے فقہ اسلامی کی روشنی میں)
جلد 17 تعلیم کے لئے قرض کا حصول۔ علم معاشیات اور اسلامی معاشیات، تفریح و سیاحت اور شرعی احکام و ضوابط۔ الیکشن سے مربوط شرعی مسائل۔
جلد 18 اسلام میں بچوں کے حقوق۔ معذوروں اور بوڑھوں کے حقوق۔
جلد 19 خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق۔ قیدیوں کے حقوق (قیدیوں کے ساتھ برتاؤ کا عالمی معیار)۔ مشترکہ و جداگانہ خاندانی نظام۔
جلد 20 ضرورت و حاجت سے مراد اور احکام شرعیہ میں ان کا لحاظ۔ عرف و عادت کا شریعت میں اعتبار۔ اسلام اور امن عالم (امن و سلامتی کی اہمیت)
جلد 21 مقاصد کے تعین اور اثبات۔ مقاصد شریعت عصری تناظر میں۔ احکام شرعیہ میں تبدیلی حقیقت کے اثرات۔ بین مذہبی مذاکرات کے اصول و آداب۔
جلد 22 حدیث ضعیف۔ اصول و احکام/ تعارف۔ قرآن کریم کے متن اور ترجمہ کی اشاعت اور بریل کوڈ۔ احکام و مسائل
جلد 23 اختلاف رائے اور وحدت امت۔ اہل کتاب سے متعلق مسائل و احکام
جلد 24 ہبہ، میراث و وصیت سے متعلق جدید اہم مسائل
جلد 25 غذائی مصنوعات کا حکم اور حلال سرٹیفکٹ کا اجراء۔ نشہ آور اشیاء کی تجارت اور استعمال کے شرعی احکام
جلد 26 شہریت اور اس سے متعلق بعض مسائل۔ غیر مسلم ممالک میں آباد مسلمانوں کے کچھ اہم مسائل۔ سماجی مسائل اور علمائے ہند کے فیصلے۔ نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے۔
جلد 27 سونا چاندی کی تجارت۔ زمین و جائیداد کی خرید و فروخت۔ سرکاری اسکیموں سے استفادہ۔
جلد 28 ماحولیاتی و صوتی آلودگی، شرعی نقطۂ نظر سے۔
دارالاشاعت
قیمت مکمل سیٹ =/32000 پیشگی رقم روانہ کرنے پر رعایتی قیمت =/16000 (مع ٹرانسپورٹ خرچ)
اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان 021-32631861, 32213768
ishaat@cyber.net.pk 0306-1559622 Darul-Ishaat